Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

# التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ............... 25 روپے
سالانہ............ 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

# ترتیب وتحریر

صفحہ


اداریہ ............وطنِ عزیز کی قدر کیجئے............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن(سورہ بقرہ قسط۸۱)...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی صفات.....// // ۵

درسِ حدیث ............فجر کی نماز کی فضیلت واہمیت ............// // ۱۶

**مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ**

ایک بیماری کا عبرت آمیز واقعہ............مفتی محمد رضوان ۲۷

شعبان کا چاند اور شعبان میں رمضان کی تیاری ............// // ۳۰

گرتے پڑتے عوام کی چیخیں(اس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟قسط۱۹)............مفتی محمد امجد حسین ۳۱

ناجائز اشیاء کی تجارت سے بچئے(قسط۴)............مفتی منظور احمد ۴۲

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر(چند شبہات کا ازالہ)(قسط۷)............// // ۴۵

ماہِ جمادی الاخریٰ: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..........مولانا طارق محمود ۵۵

سلام وکلام کے ذریعہ سے صلہ رحمی............مفتی محمد رضوان ۵۸

علم کے مینار............سرگذشت عہدِ گل(قسط۴۵)............مفتی محمد امجد حسین ۶۲

تذکرۂ اولیاء:........مثنوی کے منتخب اشعار مع تشریح(تذکرہ مولانا رومی کا: قسط۱۱)...// // ۶۸

پیارے بچو!............مظلوم اونٹ ............مولانا محمد ناصر ۷۱

بزمِ خواتین ............معاف کرتے رہنا(قسط۱)............مفتی ابوشعیب ۷۴

آپ کے دینی مسائل کا حل... قبلہ کا رُخ معلوم نہ ہونے کی صورت میں نماز کا حکم....... ۸۱

کیا آپ جانتے ہیں؟.. سواری پر نماز پڑھنے کی صورت میں استقبالِ قبلہ کا حکم .. مفتی محمد رضوان ۸۴

عبرت کدہ ............حضرت یوسف علیہ السلام(قسط۱۲)............ابوجویریہ ۸۶

طب وصحت............کھجور کے فوائد وخواص(قسط۴)............مفتی محمد رضوان ۹۱

اخبارِ ادارہ ............ادارہ کے شب وروز............مولانا محمد امجد حسین ۹۳

اخبارِ عالم ............قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں............حافظ غلام بلال ۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

# وطنِ عزیز کی قدر کیجئے

واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے وطنِ عزیز ''ملکِ پاکستان'' کو بے شمار دینی اور دنیاوی نعمتوں سے نوازا اور یہ کہنا چاہئے کہ مالا مال فرمایا ہے، جو مجموعی طور پر دوسرے ملکوں کو عام طور پر حاصل نہیں، آب وہوا، موسم، مختلف فصلوں اور پھلوں کی پیداوار، اور کئی دوسری ایسی قدرتی نعمتیں وطنِ عزیز کو حاصل ہیں کہ جو عام طور پر بیشتر ملکوں کو حاصل نہیں۔

اسی کے ساتھ موجودہ پرفتن دور میں اللہ تعالیٰ نے وطنِ عزیز میں بعض جہات سے دین کی جو خدمات اور ان کے مواقع اور اہلِ علم اور اکابر کی محنتوں سے دین کا جو آزادانہ ماحول فراہم کیا ہے، وہ بھی عظیم نعمت ہے جس سے بڑے بڑے مسلم ممالک محروم ہیں۔

اور ان چیزوں کا احساس درحقیقت ان لوگوں کو ہوتا ہے، جو مختلف ممالک کے دورے کرتے اور اپنے دل ودماغ میں دینِ اسلام کی کچھ قدر رکھتے ہیں، کسی نئی چیز یا نئی جگہ کو اول وہلہ میں دیکھ کر اچھا لگ جانا ایک الگ چیز ہے، اور ''کل جدید لذیذ'' کا مصداق ہے۔

لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وطنِ عزیز میں رہنے سہنے اور اس کی نعمتوں کو برتتے رہنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے دل ودماغ میں وطنِ عزیز کی نعمتوں کی قدر اور ان کا احساس نہیں۔شاید خدانخواستہ یہ نعمتیں سلب اور زائل ہوجائیں، تو پھر احساس ہو، مگر اس وقت احساس کا شاید معتدبہ فائدہ نہ ہو۔

دوسرا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ایک بہت بڑے طبقہ نے (جس میں بعض دینی لوگوں کے ساتھ ساتھ تقریباً ہر شعبۂ زندگی کے لوگ شامل ہیں) قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک ہمیشہ وطنِ عزیز میں کانٹے ہی محسوس کئے اور نکالے ہیں، اور خود ناشکری کا رونا رونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی وطنِ عزیز کے بارے میں برا تاثر پیش کرنے بلکہ بعض نوجوانوں کو جذباتی حد تک مایوس کرنے کا درس دینے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض مقتداؤں کے ساتھ عوام کا بڑا طبقہ بھی وطنِ عزیز کے بارے میں ہمیشہ برا تاثر ہی پیش کرتا ہے، ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے بھی عوام کو یہی درس دیا جاتا ہے کہ وطنِ عزیز میں یہ ہوگیا، وہ ہوگیا، یہاں یہ نہیں ہے، وہ نہیں ہے، اور ملک تباہ ہوچکا ہے، یا ہونے والا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

Idara Ghufran

اس کا بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ عوام میں تعمیر وترقی کے جذبہ کے بجائے کم ہمتی اور مایوسی جیسے رجحانات پیدا ہوتے اور بڑھتے اور ترقی کرتے ہیں۔

اولاً تو اچھے اور مثبت پہلوؤں کو چھوڑ کر ہمیشہ منفی اور برے پہلوؤں کا ہی رونا روتے رہنا ناانصافی ہے، انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھا جائے، اور مثبت ومنفی اور اچھی وبری چیز کو اپنے اپنے درجہ پر رکھا جائے۔

دوسرے اگر کچھ برائیاں اور خرابیاں بھی ہیں، تو محض ان کا رونا روتے رہنا مسائل کا حل نہیں، بلکہ ان کے حل اور تعمیر وترقی کے لئے دامے، درہمے، سخنے، قدمے کردار ادا کرنا ضروری ہے۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مایوسی اور منفی چیزوں کا سبق بہت مدت تک پڑھ اور پڑھا لیا، اور ایک بہت بڑے طبقہ کو جذباتی بنا کر وطنِ عزیز کی تباہی وبربادی کے لئے تیار کر لیا، اب یہ سلسلہ موقوف ہونا چاہئے، اور وطنِ عزیز کی قدر وقیمت کو پہچاننا چاہئے، اور دوسروں کو بھی اس کی اہمیت کا احساس دلانا چاہئے، اور ہمت وحوصلہ بلند رکھنے کے ساتھ تعمیر وترقی کے لئے مل جُل کر کام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

(سورہ بقرہ قسط۸۱،آیت۱۵۱،۱۵۴) مفتی محمد رضوان

# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی صفات

كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ (۱۵۱)

ترجمہ: جیسا کہ ہم نے بھیجا تم میں رسول تم میں سے ہی، جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے اور تمہیں خوب اچھی طرح پاک کرتا ہے اور تمہیں تعلیم دیتا ہے کتاب اور حکمت کی، اور تمہیں تعلیم دیتا ہے ان چیزوں کی، جن کو تم جانتے نہیں تھے(۱۵۱)

## تفسیر وتشریح

سورہ بقرہ کی آیت نمبر۱۲۹میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا گزر چکی ہے کہ:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ.

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم کو) مبعوث فرمایئے جو ان پر آپ کی آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، اور ان کو خوب اچھی طرح پاک کردے، بیشک آپ ہی انتہائی غالب حکمت والے ہیں (ترجمہ ختم)

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت۱۵۱میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی صفات کا ذکر فرمایا۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں بانیِ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو بھی دخل ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لئے کعبہ کو قبلہ بنانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس نسبت وتعلق کو بھی دخل ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لئے ایک عظیم نعمت ہے۔ اور اسی طرح سے ایک نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند صفات ذکر کی گئی ہیں، ایک لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنا، دوسرے لوگوں کا تزکیہ کرنا، تیسرے اللہ کی کتاب کی تعلیم دینا، چوتھے حکمت کی تعلیم دینا، پانچویں جن چیزوں کو لوگ نہیں جانتے تھے، ان کی تعلیم دینا۔

اور یہاں اللہ کی آیات کی تلاوت سے مراد قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت ہے۔

اور تزکیہ کرنے کے معنیٰ پاک کرنے کے ہیں، جس سے مراد لوگوں کو کفریہ اور شرکیہ عقائد اور نفس کے گندے اور برے اخلاق اور زمانۂ جاہلیت کے اثرات سے پاک کرنا ہے۔

اور اللہ کی کتاب کی تعلیم سے مراد قرآن مجید کے معانی اور مطالب کی تعلیم وتفہیم اور تدریس ہے۔

اور حکمت قول وفعل اور عقیدے کے صحیح ہونے کو کہا جاتا ہے، اور حکمت کی تعلیم سے مراد حکمت ودانائی اور معارف واحکام کی تعلیم ہے، جس میں سنت، فقہ اور قضا کی تعلیم بھی داخل ہے، کیونکہ یہ سب چیزیں قول وفعل اور عقیدے اور معاشرے کے صحیح ہونے کا ذریعہ ہیں۔

(کذافی عمدۃ القاری ، کتاب العلم، باب ما کان النبی یتخولھم بالموعظۃ والعلم کی لا ینفروا)

اور جن چیزوں کو لوگ نہیں جانتے تھے، ان کی تعلیم سے مراد گزشتہ امتوں کی خبریں اور انبیائے کرام کے واقعات اور آئندہ پیش آنے والے واقعات وحالات کی تعلیم ہے، جو ظاہر ہے کہ ایک نبی کے ذریعہ سے ہی بطور وحی کے صحیح صحیح معلوم ہو سکتے ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حکم اور اس کی حقیقت وافادیت

فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (۱۵۲)

ترجمہ: پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو (۱۵۰)

## تفسیر وتشریح

ذکر کے لغت میں معنیٰ یاد کرنے کے آتے ہیں، اور یہ نسیان یعنی بھولنے اور غفلت کی ضد ہے۔ [1]

اگرچہ عرف میں ذکر کے معنیٰ زبان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وغیرہ کرنے کے زیادہ مشہور ہوگئے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کی زبان میں ذکر کا لفظ کئی دوسرے معانی کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔

---

[1] والذِکرُ والذِکری، بالکسر :خلاف النِسیانِ (الصحاح فی اللغة، مادة ذکر)

مثلاً علم، وعظ ونصیحت اور تدریس وتبلیغ اور نماز وغیرہ۔ [1]

اور ذکر کے معنیٰ اطاعت کے بھی بیان کئے گئے ہیں، جس میں شریعت کے تمام احکام پر عمل پیرا ہونا داخل ہے۔ کیونکہ ان سب طریقوں سے درحقیقت اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے۔

پس بندے کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے پر اللہ تعالیٰ کے بندے کا ذکر کرنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو عظیم الشان اجر وثواب عطا فرماتے ہیں، اور اس کے اجر وثواب سے غفلت اختیار نہیں فرماتے، بالخصوص جبکہ اللہ تعالیٰ غفلت اور نسیان اور بھول چوک سے پاک ہیں۔

اور ذکر جس طریقہ سے بھی ہو، اور بطورِ خاص اللہ تعالیٰ کا زبان سے ذکر کرنے کے عظیم الشان فضائل ہیں۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا مَعَ عَبْدِیْ إِذَا ھُوَ ذَکَرَنِیْ، وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ** (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۰۹۷۵، باسناد صحیح)

**ترجمہ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں، جس وقت کہ وہ میرا ذکر کرتا ہے، اور میری وجہ سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

---

[1] ولفظ الذکر یطلق علی ضد النسیان وعلی القرآن والوحی والحفظ والخبر والطاعۃ والشرف والخیر واللوح المحفوظ وکل کتاب منزل من اللہ تعالی والنطق بالتسبیح والتفکر بالقلب والصلاۃ الواحدۃ ومطلق الصلاۃ والتوبۃ والغیب والخطبۃ والدعاء والثناء والصیت والشکر والقراء ۃ فھذہ زیادۃ علی عشرین وجھا من کلام الحربی والصنعانی وغیرھما (فتح الباری لابنِ حجر، ج ا ص ۱۱۹، المقدمۃ، فصل ذ ع)

[2] ( فاذکرونی ) بالطاعۃ .( أَذْکُرْکُمْ ) بالثواب (تفسیرالبیضاوی، تحت آیت ۱۵۲، من سورۃ البقرۃ)

ومعنی الآیۃ :اذکرونی بالطاعۃ أذکرکم بالثواب والمغفرۃ، قالہ سعید بن جبیر .وقال أیضا :الذکر طاعۃ اللہ، فمن لم یطعہ لم یذکرہ وإن أکثر التسبیح والتھلیل وقراء ۃ القرآن، وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم :(من أطاع اللہ فقد ذکر اللہ وإن أقل صلاتہ وصومہ وصنیعہ للخیر ومن عصی اللہ فقد نسی اللہ وإن کثر صلاتہ وصومہ وصنیعہ للخیر) ، ذکرہ أبو عبد اللہ محمد بن خویز منداد فی "أحکام القرآن "لہ .وقال أبو عثمان النھدی :إنی لأعلم الساعۃ التی یذکرنا اللہ فیھا، قیل لہ :ومن أین تعلمھا؟ قال یقول اللہ عز وجل ":فاذکرونی أذکرکم ."وقال السدی :لیس من عبد یذکر اللہ إلا ذکرہ اللہ عز وجل، لا یذکرہ مؤمن إلا ذکرہ اللہ برحمتہ، ولا یذکرہ کافر إلا ذکرہ اللہ بعذاب .وسیل أبو عثمان فقیل لہ :نذکر اللہ ولا نجد فی قلوبنا حلاوۃ؟ فقال :احمدوا اللہ تعالی علی أن زین جارحۃ من جوارکم بطاعتہ .وقال ذو النون المصری رحمہ اللہ :من ذکر اللہ تعالی ذکرا علی الحقیقۃ نسی فی جنب ذکرہ کل شی، وحفظ اللہ علیہ کل شی، وکان لہ عوضا من کل شی .وقال معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ :ما عمل ابن آدم من عمل أنجی لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ .والأحادیث فی فضل الذکر وثوابہ کثیرۃ خرجھا الأئمۃ(تفسیر القرطبی، ج۲ص ۱۷۱،۱۷۲، تحت آیت ۱۵۲ من سورۃ البقرۃ)

یہ حدیث مذکورہ آیت کی ایک طرح سے تشریح وتفسیر ہے، کہ اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے ساتھ ہوتے ہیں، اور اس کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتے ہیں۔

اور شکر کی حقیقت احسان وانعام کو پہچاننا اور اس کا اپنے قول وفعل سے ذکر واعتراف کرنا ہے۔

پس بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کے یہ معنیٰ ہیں، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات کو پہچانے، اور اپنے قول وفعل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد یعنی اطاعت کرے۔

اور کفر کے معنیٰ انکار کے آتے ہیں، جس کی بڑی صورت اللہ تعالیٰ کی ذات صفات وغیرہ کا انکار ہے، اور ناشکری کی عام شکل اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات اور اطاعت سے غفلت اختیار کرنا ہے، کیونکہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات کا اپنے قول وفعل سے کسی بھی طرح انکار پایا جاتا ہے۔

اور اسی لئے ناشکری کو کفرانِ نعمت یعنی نعمت کا انکار کرنا بھی کہا جاتا ہے۔

## صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا حکم اور اس کی افادیت

**یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (۱۵۳)**

ترجمہ: اے ایمان والو! مدد حاصل کرو صبر اور نماز کے ذریعہ سے، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۱۵۳)

## تفسیر وتشریح

اس سے پہلی آیت میں شکر کا حکم اور ناشکری یعنی کفرانِ نعمت کی ممانعت کا ذکر تھا۔

اب اس آیت میں ایک خاص انداز میں صبر کا حکم دیا گیا ہے، اور صبر کے ساتھ نماز کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

انسان کبھی تو نعمت وراحت کی حالت میں ہوتا ہے، اور کبھی مشقت وتکلیف کی حالت میں ہوتا ہے، پہلی حالت میں شکر کا حکم ہے، اور دوسری حالت میں صبر کا، اور اس طرح ہر حالت میں وہ اجر وثواب کا مستحق ہے۔

چنانچہ حضرت صہیب سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِّاَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَہٗ کُلَّہٗ خَیْرٌ، وَلَیْسَ ذَاکَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ، فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ، وَإِنْ أَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ** (مسلم، رقم الحدیث ۲۹۹۹، واللفظ لہٗ، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۹۳۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بندے کا کام قابلِ تعجب ہے، اس کے تمام کام خیر والے ہیں، اور یہ بات مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں، کہ اگر اسے کوئی خوشی وراحت کی بات پہنچتی ہے، تو وہ شکر کرتا ہے، تو یہ اس کے لئے خیر کا باعث ہوتا ہے، اور اگر اسے کوئی تکلیف وغمی کی بات پہنچتی ہے، تو وہ صبر کرتا ہے، تو یہ اس کے لئے خیر کا باعث ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

بعض حضرات نے فرمایا کہ صبر کا مقام شکر کے بغیر، اور شکر کا مقام صبر کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، یہ ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں، لہٰذا شکر کی توفیق اسی شخص کو ہوتی ہے، جو صبر پر عمل پیرا ہو، اور صبر کی توفیق اسی شخص کو ہوتی ہے، جو شکر پر عمل پیرا ہو۔

پھر صبر کی تین قسمیں ہیں، ایک گناہ سے بچنے پر صبر کرنا، اور دوسرے نیک کام کرنے پر صبر کرنا، اور تیسرے مصیبت وتکلیف پر صبر کرنا۔

گناہ سے بچنے پر صبر کرنا اس طرح سے ہوتا ہے کہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے، اور اس سے بچے، اور گناہ سے بچنے پر ہونے والی نفس کی ناگواری پر صبر کرے۔

اور نیک کام پر صبر کرنا اس طرح سے ہوتا ہے کہ نیک کام کو اختیار کرے، اور ادا کرے، اور نیک کام کرنے پر ہونے والی نفس کی ناگواری پر صبر کرے۔

اور مصیبت وتکلیف پر صبر کرنا اس طرح سے ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے شکوہ شکایت نہ کرے، اور حدود سے تجاوز نہ کرے، اور تکلیف ومصیبت پیش آنے پر ہونے والی نفس کی ناگواری پر صبر کرے۔

پس ہر حالت میں صبر کرنے کا حکم ہوا (کذافی: فتح الباری لابنِ حجر، ج ۱۱ ص ۳۰۵، قوله باب الصبر عن محارم الله)

اور اسی وجہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ (بخاری، رقم الحدیث، ۱۴۶۹، مسلم، رقم الحدیث ۱۰۵۳، عن ابی سعید الخدری)

ترجمہ: کسی کو بھی کوئی چیز صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر عطا نہیں کی گئی (ترجمہ ختم)

پھر نیک کام پر صبر کرنے میں نماز بھی داخل ہے، بلکہ نیک کاموں میں نماز کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اس لئے اس نیک عمل کو قائم کرنے میں صبر کا بہت بڑا حصہ ہے۔

اور اس وجہ سے صبر کے بعد نماز کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا۔

پس نماز کے ذریعہ سے مدد حاصل کرنے کا بھی حکم ہوا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَكَانُوْا إِذَا فَزِعُوْا، فَزِعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۹۲۷)

ترجمہ: اور انبیائے کرام علیہم السلام کو جب کسی گھبراہٹ کا سامنا ہوتا تھا، تو وہ نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلّٰى (ابوداؤد، رقم الحدیث ۱۳۱۹)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی گھبراہٹ کا واقعہ پیش آتا تھا تو نماز پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ثابت بنانی سے مرسلاً روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَتْهُ خَصَاصَةٌ نَادٰى يَا أَهْلَاهُ صَلُّوْا صَلُّوْا "قَالَ ثَابِتٌ " وَكَانَ الْأَنْبِيَاءُ إِذَا نَزَلَ بِهِمْ أَمْرٌ فَزِعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ (شعب الإيمان للبيهقى، رقم الحديث ۲۹۱۵)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تنگی پیش آتی تھی، تو اپنے گھر والوں کو فرماتے تھے کہ نماز پڑھو، نماز پڑھو، حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی جب کوئی پریشانی پیش آتی تھی، تو وہ نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے (ترجمہ ختم)

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو ہر قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع فرمانے والے ہیں ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مروی ہے کہ:

جَاءَهُ نَعْيُ بَعْضِ أَهْلِهِ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ فَعَلْنَا مَا أَمَرَنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ" (شعب الإيمان للبيهقى، رقم الحديث ۹۲۳۲)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو سفر میں کسی گھر والے کے فوت ہونے کی اطلاع ملی، تو انہوں نے فوراً دو رکعتیں پڑھیں، پھر فرمایا کہ ہم نے وہی عمل کیا، جس کا اللہ عزوجل نے ہمیں اس طرح حکم فرمایا ہے کہ تم صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ قصہ اس طرح آیا ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، نُعِيَ إِلَيْهِ أَخُوْهُ قُثَمٌ وَهُوَ فِيْ مَسِيْرٍ ، فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ تَنَحّٰى عَنِ الطَّرِيْقِ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيْهِمَا الْجُلُوْسَ، ثُمَّ قَامَ يَمْشِيْ إِلٰى رَاحِلَتِهٖ ، وَهُوَ يَقُوْلُ"وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ"(شعب الإيمان للبيهقي،رقم الحديث ۹۲۳۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ان کے بھائی قثم کے انتقال کی خبر ملی، تو آپ نے انا للہ پڑھا، اور راستے سے ایک طرف کو ہو کر سواری سے اُترے، پھر دو رکعت نماز پڑھی، اور قعدے میں بہت دیر تک بیٹھے رہے (اور مسنون دعائیں پڑھتے رہے) اس کے بعد اٹھے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے، اور یہ آیت پڑھی:

"وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ"

''اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ، اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں'' (ترجمہ ختم)

مذکورہ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں، اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے صبر اور نماز کے ذریعہ سے مدد حاصل کرنے پر مرتب ہونے والے عظیم فائدہ کو بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں، اس لئے ان کی مدد فرماتے ہیں۔

لہٰذا بندوں کو چاہئے کہ وہ صبر اور بطورِ خاص نماز کا اہتمام کیا کریں، جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بندوں کی طرح طرح سے مدد فرماتے ہیں، جس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔

## شہید کو عام مُردہ قرار دینے کی ممانعت

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ(۱۵۴)

ترجمہ: اور مت کہو ان کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں، کہ وہ مُردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے (۱۵۴)

## تفسیر وتشریح

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے، اور ان کو عام مُردہ سمجھنے سے منع فرمایا

ہے، اور ان کو خاص زندگی حاصل ہونے کا حکم بیان فرمایا ہے، احادیث میں اس کی تفصیل آتی ہے۔

چنانچہ حضرت مسروق سے روایت ہے کہ:

**سَأَلْنَا عَبْدَ اللّٰهِ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" قَالَ: أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: أَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ، ثُمَّ تَأْوِيْ إِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ، فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اِطِّلَاعَةً، فَقَالَ: هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: أَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِيْ وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا، فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوْا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوْا، قَالُوْا: يَا رَبِّ، نُرِيْدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِيْ أَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً أُخْرٰى، فَلَمَّا رَأٰى أَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا** (مسلم، رقم الحديث ۱۸۸۷، واللفظ لهٗ، سنن ترمذی، رقم الحديث ۳۰۱۱)

**ترجمہ:** ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا (جس کا ترجمہ یہ ہے)

''کہ تم ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کردیئے گئے، مُردے گمان نہ کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے''

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کے بارے میں سوال کیا تھا، جس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے جوف میں (یعنی اندر) ہوتی ہیں، ان کے لئے قندیلیں ہیں، جو عرش کے ساتھ معلّق اور لٹکی ہوئی ہیں، وہ جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں، پھر بالآخر ان قندیلوں کی طرف پہنچ جاتی ہیں۔

پھر ان کی طرف ان کا رب متوجہ ہوکر فرماتا ہے کہ کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہمیں کس چیز کی خواہش ہوگی، دراں حالیکہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں، سیر کرتے ہیں؟ رب تعالیٰ ان کو تین مرتبہ یہی فرماتے ہیں۔

پھر جب وہ (شہید) دیکھتے ہیں کہ ان کی اس سوال سے جان نہیں چھوٹے گی، تو وہ کہتے ہیں

کہ اے ہمارے رب، ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیں، یہاں تک کہ ہم آپ کے راستے میں دوسری مرتبہ قتل کئے جائیں، پھر جب رب تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ ان کو کوئی ضرورت نہیں (اور فوت ہونے کے بعد دوبارہ دنیا میں لوٹانا اور احکام کا مکلّف بنانا درست نہیں) تو ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے۔ [1]

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلشُّھَدَآءُ عَلٰی بَارِقٍ -نَھْرٍ بِبَابِ الْجَنَّۃِ- فِیْ قُبَّۃٍ خَضْرَاءَ، یَخْرُجُ عَلَیْھِمْ رِزْقُھُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۹۰، واللفظ لہٗ، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۴۰۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء جنت کے دروازے کی نہر کی چمک پر ہوتے ہیں، سبز قبے میں، جن پر ان کا رزق جنت سے صبح شام آتا ہے (ترجمہ ختم)

ممکن ہے کہ شہداء مختلف قسم کے ہوں، اور اسی وجہ سے جنت میں ان کے حالات میں بھی مختلف ہوتے ہوں، بعض کے حالات کا ایک حدیث میں اور بعض کے حالات کا دوسری حدیث میں ذکر کیا گیا ہو۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمام شہداء جنت کی اس نہر پر جمع ہوتے ہوں، اور وہاں ان کو رزق دیا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (تفسیر ابنِ کثیر، ج۲ص۱۴۴، تحت آیت ۱۶۹ من سورۃ آل عمران)

اس قسم کی اور بھی کئی احادیث ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کو اللہ تعالیٰ برزخ میں خاص قسم کی حیات عطا فرماتے ہیں، جو کہ انتہائی اعلیٰ وارفع ہوتی ہے، مگر انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات شہداء سے بھی اعلیٰ

---

[1] قال الالبانی:

قلت: ھو مرفوع فی صورۃ موقوف، فإن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یذکر فیہ صراحۃ، لکنہ فی حکم المرفوع قطعا، وذلک لأمرین: الأول: أن قولہ " :سألنا عن ذلک؟ فقال " :لا یمکن أن یکون المسؤول والقائل إلا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، لأنہ ھو مرجعھم فی بیان ما أشکل أو غمض علیھم والآخر: أن ما فی الحدیث من فضل الشھداء عند اللہ، ومخاطبتہ تعالی إیاھم وجوابھم وطلبھم منہ أن ترد أرواحھم إلی أجسامھم، کل ذلک مما لا یمکن أن یقال بالرأی. ولذلک قال النووی فی "شرح مسلم " :"وھذا الحدیث مرفوع لقولہ " :إنا قد سألنا عن ذلک، فقال، یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم "(السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی، تحت رقم الحدیث ۲۶۳۳)

واقویٰ اوراتم واکمل ہوتی ہے۔ [1]

مگر یہ بات یادرکھنی چاہئے کہ شہادت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص میدانِ جہاد میں جاکر اخلاصِ نیت کے ساتھ شریک ہو، اور وہاں دشمنوں کے ہاتھوں سے قتل کیا جائے، بلکہ بعض متقی مومنوں کو بھی اللہ تعالیٰ نیک اعمال اور دعاؤں کی برکت، اور اپنے فضل وکرم سے شہادت کے درجے کی فضیلت عطافرمادیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبید بن خالد سُلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، فَقُتِلَ أَحَدُهُمَا وَمَاتَ الْآخَرُ بَعْدَهُ، فَصَلَّيْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا قُلْتُمْ؟ قَالُوْا: دَعَوْنَا لَهُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ أَلْحِقْهُ بِصَاحِبِهٖ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَيْنَ صَلَاتُهُ بَعْدَ صَلَاتِهٖ؟ وَأَيْنَ عَمَلُهُ بَعْدَ عَمَلِهٖ؟ فَلَمَا بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۹۸۵، واللفظ لہ، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۵۲۴، مسند احمد رقم الحدیث ۱۶۰۷۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوشخصوں کے درمیان مواخاۃ فرمائی (یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی قراردیا) پھران میں سے ایک شخص شہید کردیا گیا، اور دوسرا اس کے (کچھ دنوں کے) بعدفوت ہوا، تو ہم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کیا کہا؟ تو صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ ہم نے ان کے لئے دعا کی کہ اللہ ان کی مغفرت فرما، اوران پر رحم فرما، اوراے اللہ ان کو اپنے ساتھی کے ساتھ ملادے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اِس (بعد میں فوت ہونے والے) کی نماز اُس (پہلے شہید ہونے والے) کی نماز کے بعد کہاں جائے گی؟ اور اِس (بعد میں فوت ہونے والے) کا نیک عمل اُس (پہلے شہید ہونے والے) کے نیک عمل کے بعد کہاں جائے گا؟ یادرکھو کہ ان دونوں کے درجوں کے درمیان ایسا فاصلہ ہے، جیسا آسمان اور زمین کے درمیان (ترجمہ ختم)

---

[1] والأخبار المذكورة بعد فيما سبق المراد منها كلها إثبات الحياة فى القبر بضرب من التأويل، والمراد بتلك الحياة نوع من الحياة غير معقول لنا وهى فوق حياة الشهداء بكثير، وحياة نبينا صلّى الله عليه وسلم أكمل وأتم من حياة سائرهم عليهم السّلام (روح المعانى، سورة الأحزاب)

مطلب یہ ہے کہ بعد والا نیک اعمال کی کثرت کی وجہ سے شہید سے بڑے درجہ پر فائز ہے۔

اورحضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ**

(مسلم،رقم الحدیث ۵۰۳۹)

ترجمہ: جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں کے مقام تک پہنچادے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے (ترجمہ ختم)

خلاصہ یہ ہے کہ شہیدوں کو اللہ تعالیٰ ایک خاص قسم کی حیات عطا فرماتے ہیں، اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ شہداء کے جسموں کو قبروں میں بھی صحیح سلامت رکھتے ہیں۔

مگر شہداء کی اس خاص حیات کا عام لوگوں کو شعور نہیں ہوتا۔

اور ایک عامی شخص دوسرے عام فوت شدہ لوگوں اور شہیدوں میں بظاہر کوئی فرق نہیں سمجھتا، اس لئے شہیدوں کو عام مُردوں کی طرح سمجھنا منع ہوا۔

---

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فتویٰ کے لئے خصوصی پیشکش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی و تحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ، راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر (20)

''بحالتِ احرام جوتے وموزے پہننے کا حکم''

﴿خواہش مند حضرات، ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' ادارہ غفران سے رجوع فرمائیں﴾

---

**نقشہ اوقاتِ نماز، سحر وافطار** (برائے راولپنڈی واسلام آباد شہر)

(مسجدوں، مدرسوں، دفتروں اور گھروں کے لئے یکساں مفید)

قیمت (کارڈ) -/70روپے قیمت (آرٹ پیپر) -/50روپے

جاری کردہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی 051-5507270-55075030

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

# فجر کی نماز کی فضیلت واہمیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰی قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَإِنْ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلّٰی انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ (بخاری، رقم الحدیث ۱۱۴۲، واللفظ لہٗ، مسلم رقم الحدیث ۷۷۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی سوتا ہے، تو شیطان اس کی گُدی (یعنی گردن) پر تین گرہ لگا دیتا ہے، اور ہر گرہ پر یہ کہہ دیتا ہے کہ آپ پر رات لمبی ہے، پس آپ سوتے رہئے۔ پھر اگر وہ شخص بیدار ہوتا ہے، اور اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وہ (اُٹھ کر) وضو کرتا ہے، تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وہ نماز پڑھ لیتا ہے، تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، پھر وہ تروتازہ اور پاکیزہ النفس ہو کر صبح کرتا ہے، ورنہ خبیثُ النفس اور کاہل ہو کر صبح کرتا ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے سو کر اٹھنے پر اللہ کا ذکر کرنے کی اہمیت معلوم ہوئی، جس میں سو کر اٹھنے کی مسنون دعائیں واذکار بھی داخل ہیں۔ اور ساتھ ہی سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرنے اور نماز پڑھنے کی اہمیت معلوم ہوئی، اور اس کا یہ فائدہ بھی معلوم ہوا کہ اس عمل سے تروتازگی اور نفس میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص سو کر اٹھنے کے بعد یہ عمل نہیں کرتا، تو اس کے نفس میں خباثت اور کسل وسستی پیدا ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ أُذُنِهٖ (بخاری، رقم الحدیث ۱۰۷۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ صبح تک سوتا رہتا ہے،

نماز کے لئے نہیں اٹھتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کردیا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص فجر کی نماز نہیں پڑھتا، اور نماز کے وقت سوتا رہتا ہے، تو اس کے کان میں شیطان پیشاب کردیتا ہے، جو کہ پھر اس شخص کے لئے طرح طرح کے مسائل ومصائب کا باعث بنتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَيْسَ صَلاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ الْمُؤَذِّنَ، فَيُقِيْمَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ، ثُمَّ آخُذَ شُعَلًا مِّنْ نَارٍ، فَأُحَرِّقَ عَلٰى مَنْ لا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ (بخاری، رقم الحدیث ۶۵۷، مسلم رقم الحدیث ۶۵۱)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نماز منافقین پر فجر اور عشاء سے زیادہ بھاری (اور گراں) نہیں ہے، اور اگر لوگ ان دونوں نمازوں میں پائے جانے والے (اجر وثواب) کو جان لیں، تو ان دونوں نمازوں کے لئے ضرور حاضر ہوں، اگرچہ گھٹنوں کے بل ہی آنا پڑے۔ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ مؤذن کو اقامت کا حکم کروں، پھر ایک آدمی کو لوگوں کی امامت کا حکم کروں، پھر میں آگ کے شعلے لے کر ان لوگوں کو جلادوں، جو ابھی تک (یعنی نماز کھڑی ہونے کے باوجود) نماز کے لئے نہیں نکلے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے فجر اور عصر کی نماز کی اہمیت اور ان میں کوتاہی کرنے والوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ناراضگی معلوم ہوئی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا صَلَاةَ الصُّبْحِ فَقَالَ أَشَاهِدٌ فُلَانٌ الصَّلَاةَ قَالُوْا لَا قَالَ فَفُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ أَثْقَلِ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا (نسائی، رقم الحدیث ۸۴۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا کہ کیا فلاں شخص نماز میں حاضر تھا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں، پھر فرمایا کہ کیا فلاں شخص حاضر تھا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو نمازیں (یعنی فجر اور عصر) منافقین پر تمام

نمازوں سے زیادہ بھاری (اورگراں) ہیں،اوراگرلوگ ان دونوں کے اندرموجوداجروثواب کو جان لیں،توان نمازوں کے لئے ضرورآئیں،اگرچہ گھٹنوں کے بل آناپڑے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز میں کوتاہی اوراس میں گرانی منافقوں کا طرزِعمل ہے،جس سے بچنا چاہیے۔

اورحضرت جریربن عبداللہ سے روایت ہے کہ:

**كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً يَعْنِى الْبَدْرَ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَأَ (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ)** (بخاری، رقم الحدیث ۵۲۱)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے،توآپ نے چودھویں رات کے چاندکودیکھا، پھرفرمایاکہ عنقریب تم اپنے رب کواسی طرح دیکھوگے،جس طرح تم اس چاندکودیکھ رہے ہو، تم چاندکودیکھنے میں کوئی شک نہیں کررہے ہے،پس اگرتم اس کی طاقت رکھتے ہوکہ سورج طلوع ہونے سے پہلے کی نماز (یعنی فجر) اورسورج کے غروب ہونے سے پہلے کی نماز (یعنی عصر) سے مغلوب نہ ہوجاؤ،توتم یہ عمل کرو(یعنی ان نمازوں کوفوت نہ ہونے دو) پھرنبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ)''اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجئے، سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اورسورج کے غروب ہونے سے پہلے'' (ترجمہ ختم)

اس سے فجر کی نماز کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی،اورحدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ فجر کی نماز کو قائم کرنا آخرت میں رب تعالیٰ کی زیارت سے مشرّف ہونے کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کوفرمایا کہ:

**حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ وَمَا كَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا فَقُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ فَقَالَ صَلَاةٌ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٌ قَبْلَ غُرُوْبِهَا** (ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۶۴)

ترجمہ: آپ عصرین کی نمازوں کی (بطورِخاص) حفاظت کریں (حضرت فضالہ کہتے ہیں کہ) ہماری زبان میں عصرین کا لفظ استعمال نہیں ہوتا تھا،تومیں نے عرض کیاکہ عصرین سے کون سی نمازیں مراد ہیں؟ تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ سورج طلوع ہونے سے پہلے (یعنی فجر) کی نماز،اورسورج غروب ہونے سے پہلے (یعنی عصر) کی نماز (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے فجر اور عصر کی نمازوں کی بطورِ خاص حفاظت کرنے کی اہمیت وحکم ہونا معلوم ہوا۔

حضرت جندب بن عبداللہ قسری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ، فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهٗ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبَّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ (مسلم، رقم الحديث ٦٥٧)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کی نماز پڑھ لی، تو وہ اللہ کے ذمہ میں داخل ہوگیا، تو تم سے اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ کی کسی چیز کے بارے میں مؤاخذہ نہیں فرمائیں گے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذمہ کی چیز میں کوئی مؤاخذہ کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے پکڑ کر اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَلَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ، فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰهَ ذِمَّتَهٗ، فَإِنَّهٗ مَنْ أَخْفَرَ ذِمَّتَهٗ طَلَبَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُكِبَّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ۵۸۹۸)

ترجمہ: جس نے صبح کی نماز پڑھ لی، تو اس کے لئے اللہ کا ذمہ ثابت ہوگیا، تو تم اللہ تعالیٰ سے اس کے ذمہ میں خیانت نہ کرو، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں خیانت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو طلب فرما کر اوندھے منہ جہنم میں داخل فرما دیں گے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص فجر کی نماز ادا کر لیتا ہے، وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے، اور ایسے شخص کے جان ومال وغیرہ سے تعرّض کرنا اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا باعث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

تَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ (بخاری، رقم الحديث ۴۳۴۸)

ترجمہ: رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ

وَهُمُ يُصَلُّوْنَ وَأَتَيْنَاهُمُ وَهُمُ يُصَلُّوْنَ (بخاری، رقم الحديث ۲۹۳۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر آگے پیچھے رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے آتے ہیں، اور عصر اور فجر کی نماز میں (دونوں قسم کے فرشتے) جمع ہوجاتے ہیں، پھر وہ فرشتے جنہوں نے تم میں رات گزاری (اللہ تعالیٰ کے پاس) چڑھ جاتے ہیں، پھر ان سے اللہ تعالیٰ سوال فرماتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی حالت معلوم ہوتی ہے، کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھنے کی حالت میں چھوڑا، اور ہم ان کے پاس جب آئے تھے، اس وقت بھی وہ نماز کی حالت میں تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ دن کے فرشتے فجر کی نماز سے لے کر عصر کی نماز تک، اور رات کے فرشتے عصر کی نماز سے لے کر فجر کی نماز تک حاضر ہوتے ہیں، اور فجر اور عصر کی نماز میں دونوں قسم کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے، اور وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر ان دونوں نمازوں کے قائم کرنے والوں کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں، جس سے فجر اور عصر کی نماز کی انتہائی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَنْ يَّلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِى الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ (مسلم،رقم الحديث ۱۰۰۳)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ فرمان سنا کہ آگ میں کوئی بھی ایسا شخص ہرگز داخل نہیں ہوگا، جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے، اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے یعنی فجر اور عصر کی نماز پڑھی (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا، وَشَهِدَ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ۴۰۵۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے، اور سورج غروب ہونے سے پہلے (یعنی فجر وعصر) کی نماز پڑھی، اور اس نے لا الٰہ الا اللہ (یعنی توحید) کی گواہی دی، تو وہ جنت میں داخل ہوگا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

(بخاری، رقم الحدیث ۵۴۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ''بردین'' (یعنی فجر اور عصر) کی نماز پڑھی، تو وہ جنت میں داخل ہوگا (ترجمہ ختم)

''برد'' ٹھنڈے کو کہا جاتا ہے، اور ''بردین'' سے مراد فجر اور عصر کی نماز ہے، کیونکہ یہ دن کے اول وآخری حصہ میں ایسے وقت واقع ہیں، جب فضا میں ٹھنڈک ہوتی ہے۔ یہ حدیث بھی پہلی حدیث کے مضمون کے مطابق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فجر اور عصر کی نماز کا اہتمام کرنے کی نہ صرف یہ فضیلت ہے کہ ایسا شخص جہنّم سے محفوظ رہتا ہے، بلکہ اسی کے ساتھ جنت کا بھی مستحق ہوتا ہے (فتح الباری لابن حجر، باب فضل صلاۃ الفجر)

فجر کی نماز کا وقت آرام کا وقت، اور عصر کی نماز کا وقت کاروبارِ زندگی میں مشغولیت کا وقت ہے، اس لئے ان دونوں نمازوں کو ادا کرنے کی انتہائی اہمیت وفضیلت رکھی گئی ہے۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت رقم الحدیث ۷۳۹۴، مرقاۃ المفاتیح، باب فضائل الصلاۃ)

حضرت ابوبکر بن سلیمان سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَأَنْ أَشْهَدَ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِي الْجَمَاعَةِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقُوْمَ لَيْلَةً (مؤطا مالک، رقم الحدیث ۲۷۰)

ترجمہ: مجھے فجر کی نماز باجماعت میں حاضر ہونا زیادہ پسند ہے، اس بات سے کہ میں رات بھر عبادت کروں (ترجمہ ختم)

فجر کی نماز باجماعت اور خاص کر اپنے وقت پر ادا پڑھنے کا درجہ، پوری رات کی عبادت سے زیادہ ہے، کیونکہ پوری رات کی عبادت فرض وواجب نہیں، بلکہ مستحب ہے، جبکہ فرض نماز ادا پڑھنے کا درجہ فرض اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کا درجہ واجب کے قریب ہے۔

اس لئے فجر کی نماز ادا اور باجماعت پڑھنے کو پوری رات کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ قرار دیا گیا۔

مذکورہ احادیث وروایات سے فجر اور عصر کی نماز کی انتہائی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی، اور فجر اور عصر کی نماز کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر بعض احادیث میں عذر سے تاخیر ہوجانے کی صورت میں عصر کی نماز کے دوران سورج غروب ہوجانے، اور فجر کی نماز کے دوران سورج طلوع ہوجانے کی صورت میں بھی نماز کو درست قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ، قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ، وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ (بخاری، رقم الحدیث ۵۵۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی فرد عصر کی نماز کا ایک سجدہ سورج کے غروب ہونے سے پہلے پالے، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی (عصر کی) نماز کو مکمل کرلے، اور جب کوئی فرد فجر کی نماز کا ایک سجدہ سورج طلوع ہونے سے پہلے پالے، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی (فجر کی) نماز کو مکمل کرلے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ (بخاری، رقم الحدیث ۵۷۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز کی ایک رکعت سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پالی، تو اس نے فجر کی نماز کو پالیا، اور جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت سورج کے غروب ہونے سے پہلے پالی، تو اس نے عصر کی نماز کو پالیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ:

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْفَجْرِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَرَكْعَةً بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۱۵۸۲)

ترجمہ: جس نے عصر کی ایک رکعت سورج غروب ہونے سے پہلے پالی، تو اس نے عصر کی نماز کو پالیا، اور جس نے فجر کی ایک رکعت سورج کے طلوع ہونے سے پہلے، اور ایک رکعت سورج کے طلوع ہونے کے بعد پالی، تو اس نے فجر کی نماز کو پالیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَلْيُصَلِّ إِلَيْهَا

أُخْرٰی (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۱۵۸۱)

ترجمہ: جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت کو پالیا، پھر سورج طلوع ہوگیا، تو اسے چاہئے کہ اس کے ساتھ ایک رکعت اور پڑھ لے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً مِّنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ" (مستدرک حاکم حدیث نمر ۸۶۴)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی ایک رکعت پڑھ لی، پھر سورج طلوع ہوگیا، تو اسے چاہئے کہ اپنی فجر کی نماز مکمل کرلے (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً مِّنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَلَمْ تَفُتْهُ، وَمَنْ صَلّٰى رَكْعَةً مِّنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَلَمْ تَفُتْهُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۷۴۵۸)

ترجمہ: جس نے فجر کی نماز کی ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لی، تو اس کی فجر کی نماز فوت نہیں ہوئی، اور جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت سورج کے غروب ہونے سے پہلے پڑھ لی، تو اس کی عصر کی نماز فوت نہیں ہوئی (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْفَجْرِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا (سنن نسائی، رقم الحدیث ۵۵۱)

ترجمہ: جس نے فجر کی ایک رکعت سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پالی، تو اس نے فجر کی نماز کو پالیا، اور جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت سورج کے غروب ہونے سے پہلے پالی، تو اس نے عصر کی نماز کو پالیا (ترجمہ ختم)

ان احادیث کی روشنی میں جمہور فقہائے کرام نے فرمایا کہ فجر اور عصر کی نماز کی شریعت میں بہت تاکید ہے، اور اسی لئے ان کو وقت نکلنے سے پہلے پہلے پڑھ لینا چاہئے، لیکن اگر کسی عذر سے (مثلاً سوتے ہوئے رہنے یا بھول جانے کی وجہ سے) اتنی تاخیر ہوگئی اور طلوع یا غروب ہونے میں اتنا وقت باقی رہ گیا کہ عصر کی نماز پڑھنے کے دوران سورج غروب ہوجائے گا، یا فجر کی نماز پڑھنے کے دوران سورج طلوع ہوجائے

گا،تو تب بھی عصر اور فجر کی نماز پڑھ لینی چاہئے،اور اگر نماز کے دوران سورج غروب یا طلوع ہو گیا،تو تب بھی عذر کی وجہ سے اس کی عصر اور فجر کی نماز درست اور فریضہ ادا ہو جائے گا۔اور جمہور نے اس کی تائید میں ان احادیث کو بھی پیش کیا ہے،جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے سوتے رہ جانے یا بھول جانے کی صورت میں اس کو اٹھ کر یا پھر یاد آنے پر پڑھنے کا حکم فرمایا،اور اسی وقت کو نماز کا وقت قرار دیا۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ** (صحیح مسلم،حدیث نمبر ۱۱۰۲)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نماز کو بھول گیا تو اسے چاہئے کہ جب اسے نماز یاد آئے (اور نیند سے بیدار ہو) تو اسی وقت پڑھ لے،اس کا کفارہ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

**قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا** (صحیح مسلم،حدیث نمبر ۱۱۰۳)

ترجمہ:اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نماز کو بھول گیا یا نماز کے وقت سوتا رہ گیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اسے نماز یاد آئے،تو نماز پڑھ لے (ترجمہ ختم)

اور صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ:

**قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ غَفَلَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِيْ** (صحیح مسلم،حدیث نمبر ۱۱۰۴)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز سے سوتا رہ جائے یا اس سے غافل رہے تو اسے چاہئے کہ جب اسے نماز یاد آئے،اسی وقت پڑھ لے،کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کو میری یاد کے لئے قائم کرو (ترجمہ ختم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

**وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ : حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَبِهِ يَقُولُ**

أَصْحَابُنَا، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَهُمْ لِصَاحِبِ الْعُذْرِ، مِثْلُ الرَّجُلِ يَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ، أَوْ يَنْسَاهَا فَيَسْتَيْقِظُ، وَيَذْكُرُ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا (سنن ترمذی، تحت رقم الحديث ۱۸۶)

ترجمہ: اور اس (فجر اور عصر کی نماز کے درمیان غروب یا طلوع ہونے کی صورت میں نماز درست ہوجانے کے) باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور اسی کے مطابق ہمارے اصحاب کا قول ہے، اور امام شافعی اور امام احمد اور امام اسحاق کا بھی قول ہے، اور اس حدیث کے ان کے نزدیک معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی صاحبِ عذر ہو، جیسے کہ کوئی شخص نماز کے وقت سوتا رہ گیا، یا بھول گیا، پھر وہ بیدار ہوا، اور اسے یاد آیا، سورج کے طلوع ہونے کے وقت اور سورج کے غروب ہونے کے وقت (تو وہ اسی وقت فجر وعصر کی نماز پڑھ لے) (ترجمہ ختم)

اور احناف کے نزدیک عصر کی نماز کے دوران سورج غروب ہوجائے، تو نماز درست ہے، مگر اکثر احناف کے نزدیک فجر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج طلوع ہوجائے، تو اس کی نماز درست نہیں، اور اس کو دوبارہ پڑھنے کا حکم ہے۔

لیکن بعض فقہائے احناف کی روایات کے مطابق فجر کی نماز پڑھتے ہوئے اگر سورج طلوع ہوجائے، تو فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی، بلکہ ادا ہوجاتی ہے، اور ساری نماز کو قضا کردینے کے مقابلہ میں بہتر ہے کہ نماز کا کچھ حصہ اپنے وقت میں ادا ہوجائے۔ [۱]

اور اسی لئے بعض فقہائے احناف نے فرمایا کہ اگرچہ عین سورج طلوع ہونے کے وقت نماز پڑھنا منع ہے، لیکن اگر کسی نے فجر کی نماز اس حالت میں پڑھی کہ نماز پڑھنے کے دوران سورج طلوع ہوگیا، تو اس سے فجر کی نماز کا فریضہ درست ہوجائے گا (ملاحظہ ہو: درسِ ترمذی، جلد۱صفحہ ۴۳۹، ۴۴۰) [۲]

---

[۱] وروى عن أبى يوسف أن الفجر لا تفسد بطلوع الشمس لكنه يصبر حتى ترتفع الشمس فيتم صلاته؛ لأنا لو قلنا كذلك لكان مؤديا بعض الصلاة فى الوقت ، ولو أفسدنا لوقع الكل خارج الوقت ، ولا شك أن الأول أولى والله أعلم(بدائع الصنائع ، كتاب الصلاة، فصل شرائط اركان الصلاة)

وفى القنية كسالى العوام إذا صلوا الفجر وقت الطلوع لا ينكر عليهم ؛ لأنهم لو منعوا يتركونها أصلا ظاهرا ولو صلوها تجوز عند أصحاب الحديث والأداء الجائز عند البعض أولى من الترك أصلا (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الاوقات المنهى عن الصلاة فيها)

[۲] وانت تعلم مافيه من الاختلال وتزويق المقال فان قولهم انهى عن الافعال الشرعية يقتضى صحتها فى انفسها ينادى باعلى نداء على جواز الصلاتين كلتيهما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور احادیث کے زیادہ موافق اور فجر اور عصر کی نماز کی اہمیت وتاکید کے پیشِ نظر ہمارے نزدیک بھی یہی موقف راجح ہے کہ سورج کے غروب وطلوع ہونے کے وقت نماز پڑھنا اور عصر وفجر کی نماز میں اتنی تاخیر کرنا گناہ ہے کہ نماز کے دوران سورج غروب یا طلوع ہوجائے، لیکن اگر کسی عذر سے تاخیر ہوگئی اور کسی نے عصر کی نماز پڑھنا شروع کی، اور درمیان میں سورج غروب ہوگیا، یا فجر کی نماز پڑھنا شروع کی، اور درمیان میں سورج طلوع ہوگیا، تو اس کی عصر وفجر کی نماز درست قرار دیدی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وان اعتراهما حرمة بعارض التشبه بعبدة الشمس فادعاء المعارضة بينهما باطل، وان قطع النظر عن ذلک فلا وجه لعدم الجواز فی الفجر والجواز فی العصر ، فان الوقت شرط لكلتيهما (الكوكب الدرى، على جامع الترمذى للجنجوهى ج ا ص ۱۰۳)

فالمعنىٰ ان من لحق بركعة من الفجر قبل طلوع الشمس فقد ادرک الفجر بمعنى ان النائم مثلا والساهى او المقصر اذا شرع فى الصلاة والباقى من الوقت لم يكن الا قدر ركعة لو صلى واتم صلاته جازت صلاته، واما ان صلاته هل هى مكروهة اولا فامر آخر لم يبحث عنه ههنا وحاصله ان هذه الرواية تبنى عن فراغ الذمة لمن صلى فى شيئ من هذين الوقتين وان لم يخل فعله ذلک من كراهة ولايعارضه حديث النهى عن الصلاة فى الوقتين لان النهى عن الافعال الشرعية لما كان هو المبنى عن صحتها كان مؤدى الروايتين هو الجواز غير ان الرواية الاولىٰ لم تتعرض عن القبح المجاور بخلاف الثانية فانها اظهرت صفة الصلاة فى هذين الوقتين ،او يقال من ههنا ليست للجنس بل هى ههنا للنوع يعنى اذا ادرک الصبى اواسلم الكافر او طهرت الحائض والنفساء والوقت من الفجر والعصر باق مقدار التحريمة اى التمكن فيه من التحريمة بعد الطهارة فقد ادرک هؤلاء الجماعة الفجر والعصر فوجبت عليهم هذا ولعل الله يحدث بعد ذلک امرا (الكوكب الدرى، على جامع الترمذى للجنجوهى ج ا ص ۱۰۵)

قال العبد الضعيف عفا الله عنه: والذى يترجح بحسب الادلة من مجموع الروايات فى المسألة، مع مرعاة اصول الحنفيةهو: جواز الاتمام لمن صلى ركعة من الفجر، او العصر، قبل الطلوع اوالغروب، فان الامر بالامساک عن الصلاة وقطعها فى الفجر انما هو لنهى الصلاة فى الاوقات الثلاث؛ ، ويعارض هذا النهى النهى عن ابطال العمل، وقد صرح فى الدرالمختار وغيره : انه يلزم نفل شرع فيه قصدا، ولو عند غروب وطلوع واستواء على الظاهر، اى ظاهر الرواية عن الامام، لقوله تعالىٰ: لاتبطلوا اعمالكم، ونقل ابن عابدين عن صاحب البحر ان قطع الصلاة بغير عذر حرام ، فالنهيان : اى النهى عن الصلاة فى الاوقات الثلاثة ، والنهى عن ابطال العمل قد تعارضا، فيبقى حديث الباب ، اى حديث الادراک والاتمام سالما من المعارض، فيحكم به، وبطريق آخر: ان ابطال العمل بغير عذر ممنوع، والعذر فى هذه المسألة عند من قال بقطع الصلاة عندالطلوع انما هو كراهة الوقت، لكن دل احاديث الباب بسائر طرقها ان الشارع لم يعتبر هذا العذر فى حق مدرک الركعة قبل الطلوع، كما دل القياس عند الحنفية على عدم اعتباره فى حق مدرک الركعة قبل الغروب، بل فى حق من شرع العصر فى وقت صحيح، ثم مدها الى الغروب ايضا، فبقى العمل على النهى عن ابطال العمل، فيؤمر باتمام الصلاة فى الفجر والعصر كليهما، والله اعلم (فتح الملهم ، المجلدالرابع ص۲۸۷، باب من ادرک ركعة من الصلاة فقد ادرک)

وجملة الكلام أن الحديث لا يفرق بين الفجر والعصر، وظاهره موافق لما ذهب إليه الجمهور، وتفريق الحنفية باشتمال العصر على الوقت الناقص دون الفجر عمل بإحدى القطعتين وترک للأخرى بنحو من القياس، وذا لا يرد على الطحاوى، فإنه ذهب إلى النسخ بالكلية من الأحاديث التى وردت فى النهى عن الصلاة عند طلوع الشمس وعند غروبها، إلا أن المعروف من مذهب الحنفية خلافه، فإنهم قائلون فى العصر بصحتها (فيض البارى شرح البخارى، ج۲ باب من أدرک ركعة من العصر قبل الغروب)

**مقالات ومضامین**

مفتی محمد رضوان

# ایک بیماری کا عبرت آمیز واقعہ

مورخہ 20 مئی 2011ء، ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ بروز جمعہ گیارہ بجے بندہ کو معدہ میں درد کی تکلیف محسوس ہوئی، جس کی وجہ سے بندہ جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکا، اور اتار چڑھاؤ اور کمی وزیادتی کے ساتھ یہ سلسلہ ہفتہ بھر بلکہ اس سے زیادہ تک متجاوز ہوگیا۔

بروز جمعہ ناف کے بائیں طرف تھوڑا سا نیچے آنتوں میں شدید درد محسوس ہوا، جو کسی طرح سکون کا باعث نہیں تھا، تقریباً تین گھنٹہ تک درد کی شدت قائم رہی، اس کے بعد یہ سلسلہ بحمداللہ موقوف ہوگیا، جس کے بعد بندہ نے کھانا کھایا، مگر عصر کے وقت پھر دوبارہ تکلیف شروع ہوگئی۔

بندہ نے ایک جاننے والے حکیم صاحب سے رابطہ کیا، جس پر انہوں نے ریاح کے ازالہ کے لئے چند خوراکیں دیں، ایک خوراک کے بعد بحمداللہ تعالیٰ افاقہ ہوگیا، رات کھانے سے فراغت کے بعد بندہ حسبِ معمول سوگیا، لیکن رات کو دو بجے درد دوبارہ شروع ہوگیا، جو صبح چار بجے تک جاری رہا۔

آج ہفتہ کا دن تھا، دن بھر بحمداللہ تعالیٰ تکلیف کا احساس نہیں ہوا، اور دن کے معمولات حسبِ معمول جاری رہے، رات کو الحمدللہ نیند بھی صحیح آگئی، لیکن اتوار کی صبح چار بجے پھر درد شروع ہوگیا، جو قدرے طویل ہوگیا، میں نے اپنے رفیق اور معالج حکیم کلیم اختر صاحب (ڈھوک حسو، راولپنڈی) کو فون پر بروز اتوار صبح آٹھ بجے اپنی حالت بتلائی، انہوں نے پرچہ پر حالات لکھ کر اپنے پاس بھیجنے کی رائے دی، بندہ نے اس کے مطابق عمل کیا، جس کے مطابق انہوں نے دوا ارسال فرمادی، اور فون پر رابطہ رکھنے کی ہدایت کی۔

ایک آدھ خوراک سے آرام نہ ملا، حکیم صاحب موصوف کی ہدایت کے مطابق پندرہ بیس منٹ کے وقفہ سے تین خوراکیں استعمال کرنے کے بعد کچھ افاقہ محسوس ہوا، اور ریاح کا دباؤ بھی کم ہوا، دوپہر کو تھوڑا سا کھانا بھی کھایا، لیکن عصر کے وقت دوبارہ درد کا سلسلہ شروع ہوگیا، جو رات بھر جاری رہا، پوری رات ایک لمحہ کے لئے سکون نہ ملا، اور نیند نہیں آسکی، تقریباً پوری رات چہل قدمی میں گزری۔

اگلے دن صبح یعنی پیر کے دن میں نے ایک دوسرے حکیم صاحب سے پیٹ صاف کرنے کی دوا حاصل کی، جو کافی مؤثر اور مشہور دوا اور ان کا معروف نسخہ ہے، جس کے استعمال کے تقریباً ڈھائی گھنٹہ کے بعد پیٹ

صاف ہوگیا، مگر اس کی وجہ سے پیاس بہت زیادہ محسوس ہوئی۔

اور درد کی تکلیف پھر دوبارہ شروع ہوگئی، جو پہلے درد والے مقام سے کچھ اوپر بائیں طرف گردوں کے قریب تھی، جس پر میں نے دوبارہ حکیم کلیم اختر صاحب سے رابطہ کیا، اور پتھری وغیرہ کا خدشہ ظاہر کیا، انہوں نے فرمایا کہ آپ مطب میں تشریف لے آئیں، میں ان کے مطب چلا گیا، اور ان کے مطب میں جا کر چیک کرایا، جس پر انہوں نے دوا دے دی، دوا سے کچھ افاقہ ہوا، مگر کچھ وقت کے بعد دوبارہ تکلیف شروع ہوگئی، جو کہ رات دس بجے کچھ کم ہوگئی، دس بجے سے بارہ بجے تک کچھ نیند آ گئی، مگر بارہ بجے پھر تکلیف شروع ہوگئی، جو کہ کافی شدید تھی، مجبوراً ایلوپیتھک دوائی کے لئے سینٹرل ہسپتال ایمرجنسی میں جانا پڑا، کیونکہ مجھے ایلوپیتھک دوا سے مناسبت نہیں، جہاں سے ڈاکٹروں نے کچھ دوائیاں لکھ دیں، جن میں سے ایک خوراک رات کو استعمال کی، مگر خاطر خواہ افاقہ نہ ہوا، بروز منگل صبح ایک خوراک استعمال کی، مگر اب وہ تکلیف آنتوں کی طرف سے منتقل ہوکر مثانہ میں پہنچ گئی، اور پیشاب بھی گدلا محسوس ہوا۔

بندہ کے ایک جاننے والے ڈاکٹر پروفیسر سلیم صاحب کے مشورہ اور وساطت سے سینٹرل ہسپتال کے ایک میڈیکل سپیشلسٹ کو چیک کرایا، اس وقت مثانہ میں تکلیف اور کھنچاؤ محسوس ہو رہا تھا، الٹراساؤنڈ وغیرہ کرایا گیا، جس پر ڈاکٹر صاحب نے مثانہ میں پتھری یا ذرات وغیرہ ہونے کا خدشہ ظاہر کیا، اور پانچ دن تک دوا کھانے اور پانی کے زیادہ استعمال کرنے کی تجویز دی، پہلی خوراک کے بعد کچھ آرام محسوس ہوا۔

حکیم کلیم اختر صاحب نے خربوزہ کھا کر اوپر سے شکر کا شربت استعمال کرنے کی تجویز دی، آج دن کا وقت قدرے بہتر گزرا، رات کو معدہ میں کچھ تکلیف تھی، مگر الحمدللہ نیند آ گئی، بروز بدھ صبح کے وقت بھی کچھ تکلیف تھی، مگر الحمدللہ کچھ دیر بعد آرام آ گیا، دن کا وقت قدرے آرام میں گزرا، لیکن کچھ پھل یا تھوڑی بہت کوئی چیز کھانے سے معدہ میں تکلیف شروع ہوجاتی تھی، اور جوں ہی معدہ میں درد اور چبھن کی تکلیف شروع ہوتی تھی، اسی کے ساتھ سردی کے ساتھ بخاری بھی چڑھ جاتا تھا، آج رات کو بھی الحمدللہ کچھ آرام مل گیا، اور نیند آ گئی تھی۔

اب جمعرات مورخہ 26 مئی کا دن شروع ہو چکا تھا، صبح ہونے پر پیٹ میں گرانی اور تکلیف محسوس ہو رہی تھی، جو اگرچہ نسبتاً کم تھی، لیکن سکون کا باعث نہ تھی، کچھ چہل قدمی سے ریاح کا دباؤ کم ہوا، تو درد میں تخفیف محسوس ہوئی، ایلوپیتھک دوا چونکہ ناشتہ سے پہلے اور ناشتہ کے بعد تجویز کی گئی تھی، اس لئے کچھ تھوڑا

بہت کھا کر دوا استعمال کی، مگر وقفہ وقفہ سے تکلیف میں اتار چڑھاؤ جاری رہا، خیر بحمداللہ تعالیٰ چہل قدمی کرتے رہنے سے دو تین گھنٹہ میں آرام محسوس ہوا، جو شام کو عصر تک باقی رہا، عصر کے وقت دوبارہ تکلیف کا آغاز ہوگیا، صبح سے اب تک اگرچہ کوئی ثقیل اور بھاری چیز اور باقاعدہ غذا تو استعمال نہیں کی تھی، لیکن وقفہ وقفہ سے خربوزہ، اور دوسرے پھل استعمال کرتا رہا تھا، اب بھی یہی سلسلہ جاری رہا کہ جوں ہی پیٹ میں چبھن شروع ہوتی، اسی کے ساتھ سردی کے ساتھ بخار بھی شروع ہوجاتا، اسی حال میں مغرب کا وقت قریب ہوگیا۔

میں نے اپنی اس حالت کا حکیم کلیم اختر صاحب سے فون پر ذکر کیا، انہوں نے فرمایا کہ آپ اُس وقت تک کچھ بھی نہ کھائیں، جب تک شدید بھوک نہ لگ جائے، اور پھل وغیرہ بھی استعمال نہ کریں، یہ تھوڑا تھوڑا جو کچھ استعمال کرتے ہیں، اور اسے کھانے کے کسی کھاتے میں شمار نہیں کرتے، یہ غلط ہے۔

بہرحال جمعرات کا دن الحمدللہ گزر گیا، رات کو بھی بحمداللہ تعالیٰ کچھ نیند آ گئی، اب جمعہ کے دن کا آغاز ہوگیا تھا، اگرچہ تکلیف نہیں تھی، مگر کمزوری کافی ہوگئی تھی، جمعہ کی نماز مقتدی بن کر ادا کی، جمعہ کے بعد ایک طویل وقفہ دے کر شدید بھوک نہ ہونے کی صورت میں کچھ پھل وغیرہ کھانے سے دوبارہ تکلیف ہوگئی۔

شام کے وقت حکیم محمد سعید صاحب کی کتاب ''دیہاتی معالج'' کا بدہضمی کے باب کا مطالعہ کیا، جس میں انہوں نے بدہضمی کی صورت میں چوبیس گھنٹے تک کوئی بھی غذا استعمال نہ کرنے کی ہدایت بیان کی ہوئی تھی، اور اسی کتاب میں لیموں کی سکنجبین کی افادیت بھی بیان کی ہوئی تھی، جو مثانہ اور گردہ کی صفائی کے لئے بھی مؤثر تھی، میں نے اسی وقت ہر قسم کے کھانے پینے سے کم از کم چوبیس گھنٹے تک پرہیز کا ارادہ کرلیا، اور لیموں کے شربت کا استعمال جاری رکھا، پوری رات اور ہفتہ کا پورا دن، پھر اگلی رات تک کچھ نہیں کھایا، نہ پھل اور نہ کوئی اور چیز، اور ہفتہ کے دن لیموں کے شربت کا بھرپور استعمال کیا، جس سے بحمداللہ تعالیٰ تکلیف کا خاتمہ ہوا۔

اگلے دن بروز اتوار صبح کے وقت مثانہ میں کچھ گرانی محسوس ہوئی، پیشاب بھی گدلا گدلا آ رہا تھا، اور اس دوران پیشاب کے راستہ سے ایک چنے کے برابر پتھری برآمد ہوئی، پھر دوپہر تک وقفہ وقفہ سے پیشاب انتہائی گدلا آتا رہا، جس سے بحمداللہ تعالیٰ گردہ اور مثانہ کی صفائی ہوگئی۔

﴿بقیہ صفحہ ۸۰ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

# شعبان کا چاند اور شعبان میں رمضان کی تیاری

رمضان کی خاطر شعبان کا چاند دیکھنے اور اس کی تاریخیں یاد رکھنے کی بھی خاص فکر اور خاص اہتمام کرنا چاہئے، اور جب شعبان کے مہینے کے انتیس دن ہوجائیں تو رمضان کا چاند دیکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

کیونکہ اس کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں رمضان کا حساب کرنے میں غلط فہمی پیدا ہوجاتی ہے، اور بعض اوقات کئی فتنے اور خرابیاں لازم آجاتی ہیں۔

شعبان کا مہینہ شروع ہوتے ہی رمضان کی تیاری شروع کردینی چاہیے، شعبان کیونکہ رمضان کے مہینے کا مقدمہ اور تمہید ہے، اس لئے شعبان میں نفل روزوں، تلاوت وغیرہ کا اہتمام کر کے رمضان کی تیاری مستحب ہے۔

شعبان کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا واجب ہے، اسی طرح شعبان کی انتیس تاریخ کی شام کو غروب کے وقت رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا ''واجب علی الکفایہ'' ہے۔ اگر کوئی بھی کوشش نہ کرے گا تو سب گناہ گار ہوں گے۔

مگر افسوس ہے کہ آج کل بہت سے لوگ شعبان کا چاند دیکھنے کا ذرا اہتمام نہیں کرتے، اور پھر انتیس یا تیس شعبان ہی کو یکم رمضان قرار دے کر رمضان کے روزے شروع کردیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

پس شعبان کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور جب شعبان کا مہینہ شروع ہوجائے، تو رمضانُ المبارک کے استقبال اور طلب کے لئے دل سے آمادہ ہوجانا چاہئے۔

اور شعبان کے مہینے میں رمضانُ المبارک کی نعمت کے حاصل ہونے اور اس کی صحیح قدر و قیمت بجالانے کی اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنی چاہئے، اور اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرنی چاہئے۔

اور دنیاوی مشاغل اور مصروفیات کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ رمضان کے سیزن میں زیادہ سے زیادہ وقت لگا کر آخرت کی خوب کمائی کی جاسکے۔

اس کے بعد رمضانُ المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہونے کے لئے ۲۹ شعبان ہی کی شام کو رمضان کا چاند دیکھنے کا اہتمام و کوشش کرنی چاہئے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ رمضان المبارک کا چاند نظر بھی آجائے اور اس کی خبر ہی نہ ہو اور اس طرح غافل لوگوں میں شمار نہ ہوجائیں۔

**مقالات ومضامین** (اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط ۱۹)

مفتی محمد امجد حسین

# گرتے پڑتے عوام کی چیخیں

## يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ

پیچھے ''وجعل اھلہا شیعا'' میں فرعون کی طبقاتی اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر اپنی رعایا کو تقسیم کرنے کے جس جرم کا تذکرہ ہے، اس کی تفصیل ووضاحت اور صورتِ واقعہ ان کلمات میں بیان کی جارہی ہے کہ رعایا میں سے ایک طبقے (بنی اسرائیل) کو اس نے کمزور کر رکھا تھا، ان کا زور گھٹا رکھا تھا، ان کی صلاحیتیں، قابلیتیں، اور افرادی قوت اپنے سامراجی مفاد کے تناظر میں مخصوص قسم کی استحصالی پالیسیاں بنا کر اور ملکی قوانین کی شکل میں انہیں نافذ کر کے اپنے قابو اور تسلط میں کر رکھی تھیں۔ [1]

---

[1] قرآن کی معجز بیانی پر قربان جایئے، جس کا ہر ہر لفظ، ہر ہر حکم، ایسا چنا اور چھانٹا ہوا ہے، اور معانی ومفاہیم کے ایسے دریا اس میں موجزن ہیں کہ ''دریا بکوزہ' کے مصداق ہیں۔ ''کلام الملک، ملوک الکلام'' کا شاہکار ہے (کہ بادشاہوں کا کلام، کلام کا بادشاہ ہوتا ہے) اب اسی لفظ ''یستضعف'' پر غور کرو، جو ''ضعف'' کے مادے سے ہے، یعنی کمزوری، اس لفظ میں ''س'' کا اضافہ کر کے قرآن اسے ''مجرد'' کے باب سے اٹھا کر ''مزید فیہ'' کے باب ''استفعال'' میں لے گیا، اب استفعال کے ''س'' کے اضافے سے اس میں ایسی گہری معنویت اور رمزیت پیدا ہوگئی کہ عقل عش عش کر اٹھے۔ ہاں باب استفعال میں لے جا کر ''س'' کے اضافے سے لفظ ''ضعف'' کو استعمال کرنے ہی کا کرشمہ ہے کہ بالکل سرسری نظر میں اس میں دو نئے معنیٰ پیدا ہو گئے، ایک یہ کہ بنی اسرائیل کمزور نہ تھے، افرادی قوت، کثرتِ تعداد، جسمانی طاقت، ذہنی صلاحیت، وغیرہ سب چیزوں میں ایک بہترین اور کارآمد قوم تھے، دوسرے یہ کہ فرعون نے مصنوعی طریقوں اور مکر وسیاست سے ان کی قوت وطاقت کو کمزور کیا، ان کی کثرت وجمعیت کو بے اثر کیا، استحصالی، سامراجی پالیسیاں اور قوانین بنا کر ان کی قابلیتوں، صلاحیتوں اور کمالات وخوبیوں کو ان کے حق میں غیر مفید بلکہ باعثِ آزار اور اپنے حق میں، اپنے اشرافیہ اور قوم کے حق میں مفید وکارآمد بنا دیا، فرعون اور آلِ فرعون نے بنی اسرائیل کو دوسرے درجے کا شہری قرار دے کر شہری، تمدنی، معاشرتی واجتماعی حقوق ومراعات سے تو ان کو محروم اور بے دخل کر دیا، جبکہ تمدنی واجتماعی زندگی کی تعمیر وترقی اور خوبی وخوش اسلوبی کے لئے محنت ومشقت کی ساری ذمہ داریاں ان پر ڈال دیں، اور ایسی استحصالی پالیسیاں تشکیل دیں کہ یہ ستم زدہ اسرائیلی نانِ جویں کے لئے بھی ترستے پھریں، ''قوت لایموت'' یعنی زندہ رہنے کے بقدر خوراک کے حصول کے لئے، سر چھپانے کے لئے، کسی کٹیا، جھونپڑی، چھپڑ اور سائبان کی فراہمی کے لئے انہیں خون پسینہ ایک کرنا پڑے، ڈھور ڈنگروں کی طرح فرعونیوں کی عیاشیوں وآسودگیوں کے لئے بیگار کے کاموں میں ان کو جتنا پڑتا، کھیتی باڑی یہ کرتے، بنجر زمینوں، اور چٹیل بیابانوں کو لہلہاتے کھیتوں اور کھلیانوں میں یہ بدلتے، ڈنگر اور مویشیوں کی چوپانی وچارہ گری یہ کرتے، لیکن ان سب خدائی نعمتوں کے ثمرات وبرکات سے زمین کے خودساختہ ان داتا، اور ملک کے جابر وقاہر فرعون اور فرعونی مستفید ہوتے، آپ اس فرعونی سامراج کے استحصال، سفاکی اور عیاشی وبدمعاشی کی حد دیکھیں کہ اہرامِ مصر کے نام سے وہ عجائباتِ عالم جو فنِ تعمیر کا شاہکار ہیں، انجینئرنگ وہندسہ کے محیر العقول نمونے ہیں، مضبوطی واستحکام میں آج کئی ہزار سال بعد بھی بے مثال ہیں، یہ اہرام فرعونیوں کے مقبرے اور شاہی قبرستان تھے، ان کے بنانے میں کتنی انسانی محنتیں، صلاحیتیں، قابلیتیں خرچ ہوئی ہونگیں، کتنے ہزاروں انسانوں کی جوانیاں، توانائیاں، مُردوں کی یہ جنت نما بستیاں بسانے میں فنا ہوئی ہونگیں، کتنا خونِ جگر صرف ہوا ہوگا، اور کتنا خون پسینہ ایک ہوا ہوگا۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تورات کے ایک اقتباس سے اس بات کی تائید وتصدیق ہوتی ہے کہ فرعون کی طبقاتی تقسیم اور استحصالی نظام جس میں اس نے اسرائیلی نسل کے سب لوگوں کو آہستہ آہستہ جکڑ کر بالکل بے دست وپا کردیا تھا، اور اپنا تابع مہمل اور بے دام غلام بنالیا تھا، اس کا آغاز قوت وطاقت سے نہیں ہوا تھا، کہ اتنی قوت اس کے پاس شروع میں نہ تھی، جس سے وہ کھلم کھلا اسرائیلیوں سے مقابلہ کرکے ان کو شکست دے دیتا، بلکہ فرعون کے شاطرانہ ذہن اور اس کے مکروفن پر مبنی سیاست کی یہ کرشمہ سازیاں تھیں کہ اس نے اسرائیلیوں کو دوستی اور معاہدات کی راہ سے بے وقوف بنایا، اور شیشے میں اتارا۔ اٹھارہویں صدی سے لے کر اب تک مسلمان حکومتوں کو مختلف سامراجی قوتوں نے اسی طرح مکروفن کے راستے سے ہی رام ومغلوب کرکے حاکم سے محکوم بنایا، اور غلامی میں جکڑ کر بے دست وپا کیا، ہندوستان میں انگریزوں کے تدریجی تسلط کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ چیز صاف واضح ہوتی ہے، یہی حال پاکستان پر امریکی تسلط کا بھی ہے۔

اسرائیلی اپنی بے بصیرتی وسادگی سے فرعون کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنستے گئے، شیشے میں اترتے گئے، اور سامراجی دلدل میں دھنستے گئے، تاآنکہ وہ اتنے بے دست وپا ہوئے کہ فرعونی سکنجے کے اندر تڑپنے، پھڑکنے کے قابل بھی نہ رہے، کیونکہ ؎ جتنا تڑپو گے جال کے اندر جال گھسے گا کھال کے اندر

توراۃ کا وہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''اور اس (فرعون) نے اپنے لوگوں سے کہا دیکھو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ہم سے زیادہ اور

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مظلوم ومقہور انسانوں سے ڈھور ڈنگروں کی طرح بے گار لینے کے زور پر جن عیاش ''مترفین'' کے مرنے کے بعد کے لئے یہ ٹھاٹ تھے، تو زندگی گزرانے کے لئے کیسے کیسے شہر اور بستیاں، عمارات وتعمیرات، محلات وقصور، ان مجبور انسانوں سے بیگار لے کر، ڈنڈے کے زور پر، ترقی وروشن خیالی کے نام پر، وقت کے اس باجبروت سامراج نے بنوائے ہونگے، اور خوش عیشی ورنگین مزاجی اور ٹھاٹ بھاٹ کے سامانوں سے سجائے ہونگے، محنت ان مفلوک الحال انسانوں کی ہوگی، جو پیٹ کے تقاضوں سے مجبور ہوکر بقدرِ کفاف روزی کے حصول کے لئے ان خدا کے باغی، مادی وسائل اور اقتدار پر قابض فرعونیوں کی عیش وعشرت کے کینوس میں اپنے خونِ جگر سے رنگ بھرتے ہونگے، یہ تھا فرعونی سامراج کا وہ استحصالی نظام، جس کے سائے میں غریب ومجبور انسانوں کی ایک بڑی تعداد جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور تھی، اور ایک شاہی اشرافیہ، خدا کا باغی گروہ، اپنے زمانے کا جاگیردار وسرمایہ دار طبقہ، خدا کے پیدا کردہ سارے مادی ومالی وسائل، پیداواری ذرائع، افرادی وانسانی صلاحیتوں پر قابض ومتصرف تھا، اس فرعونی بیوروکریسی اور اشرافیہ کے کتے اور بلے، گھوڑے اور خچر بھی ہماری اشرافیہ اور ندیدہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی طرح سیب اور مربے کھاتے ہونگے، جبکہ اسرائیلی نان جویں کے حصول کے لئے کولہو کے بیل کی طرح صبح شام بیگار کرتے ہونگے، اللہ اکبر قرآن کی معجز بیانی ملاحظہ ہو کہ اس امجد کے ذوق کے مطابق فرعونی سامراج اور بنی اسرائیلی نوآبادیات کی اس پوری تاریخ اور جغرافیہ کو قرآن کا ایک لفظ ''یستضعف'' احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جمیع العلوم فی القرآن ولکن تقاصرت عنه افهام الرجال

قوی تر ہیں، آؤ، ہم ان سے دانش مندانہ معاہدہ کریں، تا یہ نہ ہو کہ جب وہ اور زیادہ ہوں اور جنگ پڑے تو وہ ہمارے دشمنوں سے مل جائیں، اور ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جائیں"

(کتاب الخروج، آیت ۱۰،۱۱، باب اول، بحوالہ قصص القرآن ج ا ص ۳۶۳)

توراۃ کے اس اقتباس کے تناظر میں فرعونی تاریخ کا تھوڑا سا جائزہ لینا ہم مناسب سمجھتے ہیں، کیونکہ آگے کچھ نتائج ہم نے اس سے اخذ کرنے ہیں۔

بیسویں صدی میں مصر کی قدیم تاریخ اور عہد فراعنہ کے متعلق بہت سی نئی دریافتیں اور انکشافات ہوئے ہیں، جس کے نتیجے میں خود مغربی فضلاء اور ماہرین و مستشرقین کو بھی فرعونی تاریخ کے متعلق بعض پرانے رجحانات و آراء سے دستبردار ہونا پڑا ہے، بیسویں صدی میں یہ پیش رفت اہرامِ مصر کے اندرونی دریافتوں، حجریات، کتبات، اثریات اور دیواروں وستونوں پر کندہ ومنقوش تحریروں سے اور مصر کے طول وعرض میں زمینی کھدائیوں سے ملنے والے اثریات کے نتیجے میں ہوئی ہے، تفصیل کے لئے تو اس موضوع کے تاریخی مآخذ کو دیکھنا چاہئے، ہم صرف فرعونی تاریخ کے متعلق مفید مطلب چند باتوں کو ذیل میں شق وار پیش کرتے ہیں۔

(۱)......فرعون شخصی نام نہیں ہے، بلکہ شاہانِ مصر کے اس طویل تاریخی سلسلے کا شاہی یا قومی لقب ہے، جن کا زمانہ تین ہزار سال قبل مسیح سے شروع کر سکندر رومی کے عہد (۳۳۳ قبل مسیح) تک اڑھائی ہزار سال سے زیادہ عرصے میں پھیلا ہوا ہے، سکندر رومی کے مصر فتح کرنے سے عہدِ فراعنہ کا خاتمہ ہو گیا۔

(۲)......اس طول طویل تاریخی دورانیہ میں اکتیس مختلف شاہی خاندان یکے بعد دیگرے مصر پر حکومت کرتے رہے، جن میں سے ہر بادشاہ فرعون کے لقب سے موسوم ہوتا تھا۔

(۳)......بنی اسرائیل کی شام (فلسطین) سے مصر کو نقل مکانی حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں ان کے توسط سے ہوئی، مصر کے اس وقت کے فرعون کو قرآن مجید نے "عزیز" کے نام یا لقب سے یاد کیا ہے، عرب مؤرخ عبدالوہاب نجار نے ایک نو دریافت شدہ حجری کتبہ کی روشنی میں اس کا نام "ابابی الاول" ذکر کیا ہے، پرانی تحقیق اس فرعون کے نام کے متعلق "ہیکسوس" نام ہونے کی ہے۔

یہ فراعنہ کے سلسلہ کے سولہویں خاندان سے تعلق رکھتا تھا، گویا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اور بنی اسرائیل کی مصر آمد کے وقت فراعنہ کا سولہواں خاندان یہاں کا حکمران تھا، یہ ۱۶۰۰ قبل مسیح کے آس پاس کا زمانہ بنتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جو حضرت یوسف علیہ السلام کے پردادا تھے (یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام) ان کو بھی عراق سے ہجرت کر کے مصر آمد کے وقت فرعون یعنی اس وقت

کے مصر کے ایک بادشاہ سے واسطہ پڑا تھا، جو ظالم تھا، جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت مائی سارہ علیہا السلام کو ہتھیانا چاہا تھا، تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ آئی، اور پھر اس نے اس غریب الدیار بابرکت جوڑے کی بزرگی سے متاثر ہوکر اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو ان کے سپرد کیا تھا۔

(۴)......جس فرعون نے بنی اسرائیل کو مصائب میں مبتلا کیا، اور ان کو بے دام غلام بنا کر ان کا ہر طرح سے استحصال کیا، مورخین کی آراء وقیاسات کے مطابق یہ ''رعمسیس دوم'' تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی کے زمانے میں پیدا ہوئے، اور اس کے محل میں پرورش پائی، اس وقت یہ آخری عمر میں تھا (تورات میں خروج سے پہلے مصر کے ایک بادشاہ کی وفات کا ذکر ہے، اس سے مراد یہی رعمسیس ہوسکتا ہے)

رعمسیس نے اپنی ڈیڑھ سو اولاد میں سے اپنے تیرہویں بیٹے ''منفتاح'' کو اپنا جانشین اور ولی عہد نامزد کیا، یہ منفتاح ہی وہ فرعون ہے، جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام کو مبعوث کیا، اور اس کے دربار میں اور اس کی سلطنت میں حق وباطل کے بڑے بڑے معرکے پیش آئے، جن کا قرآن مجید میں مفصل ذکر ہے، عصائے موسیٰ، یدِ بیضا، آیاتِ تسعہ، وغیرہ، اس کا زمانہ مورخین نے ۱۲۹۲ قبل مسیح سے ۱۲۲۵ قبل مسیح تک (تقریباً سڑسٹھ سال کا عرصہ) متعین کیا ہے، اس کا قصہ اس کی بحرِ قلزم میں غرقابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوجاتا ہے، اور ممکنہ طور پر مصری عجائب گھر (قاہرہ کے میوزم) میں اسی کا لاشہ عبرت کا مرقع بن کر محفوظ ہے، حسبِ وعدہ:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (سورة یونس آیت ۹۲)

ترجمہ: سو آج ہم تیرے بدن کو نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔

(۵)......فراعنہ نامی بادشاہوں کے اس طولِ طویل سلسلے میں اچھے بادشاہ بھی ہوئے ہیں، جیسے عزیزِ مصر (حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کا فرعون) اور برے، ظالم وجابر، باغی وطاغی بھی جیسے رعمسیس ومنفتاح (یعنی فرعونِ موسیٰ علیہ السلام)

(۶)......لفظ فرعون ہزاروں سال تک معزز شاہی لقب رہا، لیکن آخری فرعونوں کے کفر وطغیان ظلم وعدوان اور انبیاء علیہم السلام کی دعوتِ حق کو ٹھکرانے اور حق کے مقابلے میں آنے نے اس نام کو مختلف مذاہب والوں کی زبان پر ایک گالی بنا کے رکھ دیا، اور یہ نام نفرت کا استعارہ بن گیا۔

(۷)......حجریات، کتبات، اورآ ثارِقدیمہ کے دیگر قرائن جو اہرامِ مصر وغیرہ سے حاصل ہوئے ہیں، ان کی روشنی میں منفتاح (فرعونِ موسیٰ) کا عہدِ حکومت سڑسٹھ سال بنتا ہے، اسی کے قریب قریب رعمسیس کا عہدِ حکومت بھی تسلیم کیا جائے، تو بنی اسرائیل کے آزمائش ومصائب کا زمانہ ایک صدی سے کچھ زیادہ بنتا ہے، اس سے پہلے انہوں نے مصر میں بڑے سکون کا زمانہ گزارا، جو دو ڈھائی سو سال کا عرصہ ہے، اس عرصہ میں مصر میں ان کی کئی نسلیں گزریں یہ ایک خاندان سے (جو یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں اور ان کے بیوی بچوں پر مشتمل تھا) پھیلتے پھیلتے، بارہ قبیلے بن گئے (یعنی یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے ہر ایک کی اولاد بڑھتے بڑھتے اور پھلتے پھولتے ایک پورا قبیلہ اس عرصے میں بن گیا) چنانچہ فرعون کی غرقابی کے بعد میدانِ تیہ یعنی صحرائے سینا میں ان کے بارہ قبیلوں کا ہونا، اور ان کے لئے پانی کے الگ الگ بارہ چشمے جاری ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (سورة الاعراف، آیت ۱۶۰)

ترجمہ: اور ہم نے انہیں جدا جدا کر دیا بارہ دادوں کی اولاد جو بڑی بڑی جماعتیں تھیں اور موسیٰ کو ہم نے حکم بھیجا جب اس کی قوم نے اس سے پانی مانگا کہ اپنی لاٹھی اس پتھر پر مار تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔

(۸)......بنی اسرائیل کا فرعون کی کٹھن آزمائش سے نجات پانے، اپنے دشمن فرعون اور اس کے لشکر کا اپنی آنکھوں کے سامنے بحرِ قلزم میں غرق ہوتے دیکھ کر ان کے کلیجے ٹھنڈے ہونے اور حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی شکل میں نبوت وہدایت، توراۃ کی شکل میں آسمانی کتاب اور شریعت چند صدیوں کے انقطاع کے بعد (یعنی یوسف علیہ السلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی آمد تک کا وقفہ) دوبارہ بنی اسرائیل کے اس گھرانے میں اتارے جانے، جیسی بڑی بڑی اور عظیم الشان نعمتیں جو لگ بھگ ایک صدی کی آزمائش کے بعد ان کو عطا ہوئیں، جب انہوں نے ان نعمتوں کی فرعون سے نجات پانے کے فوراً بعد بڑی ڈھٹائی اور طوطا چشمی کے ساتھ ناقدری کی، اپنے دونوں نبیوں کو ستایا، اللہ کے جناب میں گستاخیاں کیں، شریعت کے بعض احکامات کا مزاخ اڑایا، تو اس کی پاداش میں فوری طور پر ان پر جو پکڑ آئی، وہ بحرِ قلزم سے پار ہو کر صحرائے سینا (میدانِ تیہ) میں چالیس سال تک ان کو حیران وپریشان اور سرگرداں رکھنے کی

صورت میں آئی (یہ تو فوری پکڑتھی، ورنہ بعد کی مختلف صدیوں میں ان پر دو بڑے عذاب اور بھی آئے، جن کا سورہ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں ذکر ہے، لیکن اس وقت وہ ہمارے زیرِ بحث نہیں، اس پر ہم مستقل بحث ان شاءاللہ آئندہ کبھی کریں گے)

(۹)......اس سب تفصیل سے قرآن کا بیان کردہ قانون عروج وزوال یعنی بنی آدم کے افراد کا پھل پھول کر قوموں اور قبیلوں کی شکل اختیار کرنا، پھر اس مرحلے میں سلطنتوں اور ریاستوں کا وجود میں آنا، پھر ان سلطنتوں کا تدریجی مراحل سے گزر کر عروج تک اور انتہائی عروج تک پہنچنا، اور پھر اس کے بعد زوال اور انحطاط کا سفر شروع ہونا، اور تدریجاً یا آناً فاناً پھر ان سلطنتوں کا فنا ہونا، قوموں کا تباہ ہونا، پھر دوسری، تیسری قوموں، قبیلوں کا ابھرنا، اور اسی طرح عروج اور پھر زوال کے مرحلوں سے گزرنا، یہ سلسلے جو ہمیشہ سے انسانی دنیا میں جاری وساری ہیں، محض اتفاقی واقعات نہیں، بلکہ اس کے پیچھے فطرت کے گہرے اصول ہیں، اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ لگے بندھے ضابطے ہیں (جن کو قرآن میں سنۃ اللہ کہا گیا ہے، جو ناقابلِ تبدل ہیں) خیر وشر اور جزا وسزا کے متعینہ قوانین ہیں، جو افراد واقوام کی نیک عملی وبدعملی اور ایمان وکفر اور ان کی اطاعت اور بغاوت سے بندھے ہوئے ہیں (قرآن کی اصطلاح میں قوموں کے عروج وزوال کی اس پوری تاریخ کو ''ایام اللہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے ''تلک الایام نداولہا بین الناس الخ'') گزشتہ قوموں کے جو قصے قرآن نے بیان کئے ہیں، ان سب قصوں میں بالعموم اور فراعنہ وبنی اسرائیل کے قصے سے بالخصوص یہ اصول اور قوانینِ فطرت بڑے منضبط انداز میں سامنے آتے ہیں۔

## نتیجۂ بحث

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، اگر قرآن کے بعد کے زمانوں میں بھی وحی الٰہی کی آمد کا اور آسمانی صحائف کے نزول کا سلسلہ ہوتا، تو بندہ کے خیال میں قرآن کے نزول کے بعد جو خیر وشر کے بڑے بڑے سلسلے ہر زمانے میں پیش آتے رہے ہیں، یہ سب اس وحی الٰہی میں اور آسمانی کتاب میں اجمالاً یا تفصیلاً مذکور ہوتے، جیسے صلیبی جنگیں، فتنۂ تاتار، اسلامی اندلس کا سقوط، وسطی ایشیاء اور ترکستان میں کمیونزم کا سیلابِ بلا، بیسویں صدی کی دو عظیم جنگیں، انگریزوں کا عروج، اور ان کا برٹش سامراج کی شکل اختیار کر کے ساری اسلامی دنیا اور افریقہ وایشیاء کے بڑے حصہ پر تسلط اور نوآبادیاتی سسٹم، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی، افغانستان میں دو (بلکہ اب تیسری بھی) نام نہاد، سپر طاقتوں، عالمی سامراجوں کا سپر پاور

سے صفر پاور بننا، مسلمان ملکوں کا ڈیڑھ دو سو سال تک برطانیہ، فرانس وغیرہ مغربی طاقتوں کے ہاتھوں بنی اسرائیل کی طرح بھرپور استحصال واستبداد اور ظلم وستم وغلامی کی چکی میں پسنا، پھر ان سب خطوں میں مجاہدینِ اسلام یا حریت پسندوں اور حق کے نام لیواؤں کی قربانیوں سے اللہ تعالیٰ کا عالمگیر جنگوں میں مغربی طاقتوں کا خود ایک دوسرے کے ہاتھوں کچومر نکالنا، مسلمان ممالک کو ان کے نرغے سے اور غلامی سے چھٹکارا عطا کرنا۔

لیکن ان بیشتر اسلامی ملکوں کی لیڈر شپ اور مجموعی طور پر تقریباً ان کے تمام موثر طبقات کا انتہائی ڈھٹائی، بے شرمی، بے وفائی اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناقدری کرتے ہوئے اپنے دین کی طرف پلٹنے، اللہ ورسول کے احکامات کو اپنی سلطنتوں اور ریاستوں کا دستور وقانون بنانے سے انکار و بغاوت پر جمے رہنے، اور انہی طاغوتی وسامراجی طاقتوں کے نیچے لگنے (بلکہ لیٹنے) جن کی غلامی سے اللہ نے بیسویں صدی کے نصف اور اس کے بعد کے عرصہ میں ان کو نجات عطا فرمائی، ان سب کرتوتوں کے نتیجے میں پھر قدرت کی جانب سے مختلف شکلوں میں ان کو سزا ملنا، سزا کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ آزادی ملنے کے بعد بھی غلامی ہی کو شعار بنائے ہوئے ہیں، اور طاغوت کی دھونس دھاندلی، لوٹ مار اور ظلم واستحصال کے سائے میں زندگی گزار رہے ہیں، بنی اسرائیل کے میدانِ تیہ کی طرح مسلمان ممالک آزادی ملنے کے ساٹھ سال بعد اور پچاس سال بعد تک بھی کسی واضح ہدف اور کسی صحیح منزل تک پہنچنے سے محروم ہیں، سفر کا رخ متعین نہیں، بے مقصد اجتماعی زندگی گزار رہے ہیں، مادر پدر آزادی، بے دینی اور طاغوت کی ذلت آمیز غلامی کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں، سفلی خواہشات کی تکمیل کو ہی مقصدِ زندگی سمجھ لیا ہے، اور اس آوارگی کو سیکولرازم، لبرل ازم، وسعت ظرفی، روشن خیالی، جدت پسندی، کے خوشنما غلافوں میں لپیٹ کر اپنے آپ کو تسلی اور خدا ورسول اور قوم کو دھوکہ دے رہے ہیں، اس باغیانہ اور کافرانہ وفاسقانہ اور منافقانہ طرزِ عمل کے نتیجے میں خدا کی مار وپھٹکار اور قدرت کی بے آواز لاٹھی کی ضرب اس طور پر پڑ رہی ہے کہ آزاد ہونے کے باوجود غلامی سے بدتر غلامی میں مبتلا کر دیئے گئے ہیں۔

۵۰ سے زائد مسلمان ملکوں میں سے ہر ملک کے پاس لاکھوں فوج ہونے، جدید اسلحہ کے انبار ہونے، قدرتی اور زمینی وسائل سے مالا مال ہونے، اور محنتی وجفاکش عوام کی شکل میں افرادی قوت کی بہتات ہونے کے باوجود پالیسیاں ان کی مغرب سے بن کر آتی ہیں، بجٹ آئی ایم ایف کے یہودی سود خود بنا کر بھیجتے ہیں، منڈی وبازار کی قیمتوں اور طلب ورسد کے نظام پر ملٹی نیشنل کمپنیوں اور امریکہ ویورپ کے

بینکوں اور مالیاتی اداروں اور یہودی سودخوروں کا قبضہ اور تسلط ہے، کافروں کے مالیاتی اداروں اور یہودی سودخوروں کو ایک ایک ٹکے کی چیز پر بھی ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے، امیر کے محل سے غریب کی جھونپڑی تک پاکستان کا ہر فرد ضروریاتِ زندگی میں سے ہر چیز پر کافروں کو خراج ادا کر کے زندگی کی ضرورت پوری کرتا ہے، اور زندگی گزارتا ہے، کیا چائے کا وہ گھونٹ جو ہم صبح شام حلق میں انڈیلتے ہیں، مشروبات و ماکولات، ملبوسات اور تعمیرات کا وہ سارا میٹریل جو ہم برتتے ہیں، یہ کارخانے اور فیکٹری سے منڈی و مارکٹ اور پرچون فروشوں کی دوکان تک جب پہنچتا ہے، اور وہاں سے صارف خریدتا ہے، وہ اس کی قیمت جو ادا کرتا ہے، کیا اس کی قیمت کا ایک حصہ جنرل سیلز ٹیکس کا نہیں ہوتا، بجلی، گیس، فون بلوں میں ٹیکسز کی ایک بڑی مقدار نہیں ہوتی؟ اور پھر اسی ٹیکس کی رقم سے ہم عالمی مالیاتی اداروں کو سودی قسط سالانہ اربوں روپے ان قرضوں پر ادا نہیں کرتے، جو ہمارے حکمران اپنی شاہ خرچیوں کے لئے لیتے ہیں، اور ہم نسل در نسل اس کا سود ہی ادا کر رہے ہیں، اصل قرض اپنی جگہ برقرار ہے، شاید اصل قرض سے دوگنا سود یہ عالمی مہاجن ہم سے وصول کر چکے ہوں، لیکن ان کے دلال ہم پر مسلط ہیں، جو ہماری گردن ان کے شکنجے سے آزاد ہونے نہیں دیتے، اور پھر اس اقتصادی شکنجے میں جکڑے ہونے کی وجہ سے یہ عالمی طاغوت ہمیں بلیک میل کرتے ہیں، اپنی پالیسیاں ہم پر مسلط کرتے ہیں۔ [1]

اس کے نتیجے میں اسلامی دنیا میں اسلامی دستور کی بات کرنا، اللہ و رسول کے احکام کے نفاذ کی یا ان پر ہر شعبہ زندگی میں عمل پیرا ہونے کی بات کرنا تو جرم ہے، لیکن مغربی، شیطانی کلچر، مادر پدر آزادی، اباحیت پرستی اور کفر و فسق اور شیطنت کی ساری چیزیں تہذیب و ترقی، ماڈرن ازم اور لبرل ازم کے نام پر مسلمانوں کے گلی کوچوں، شہر بستیوں، گھروں اور بازاروں، تعلیم گاہوں، دفتروں اور کچہریوں، عدالتوں اور اقتدار کے ایوانوں ہر جگہ میں جاری و ساری ہیں، اور رائج و نافذ ہیں، پاکستان آزادی حاصل کرنے سے اب تک میدانِ تیہ میں سرگرداں ہے، کولہو کے بیل کی طرح بے راہ روی، بد دینی اور سامراجی غلامی کے ایک ہی سرکل میں گھوم رہا ہے، اور سمجھ رہا ہے کہ سفر ہو رہا ہے، حالانکہ سرکل اور دائرے کی گردش میں نکتہ آغاز ہی

---

[1] اقتصادی غلامی کے سکنجے میں جکڑ کر بے دست و پا کرنا غلامی کی ماڈرن شکل ہے، جو دوسری جنگِ عظیم کے بعد نئے تازہ دم امریکی سامراج نے یہودیوں کی شہ پر عالمی مالیاتی ادارے اور UNO کا ادارہ بنا کر ساری دنیا پر مسلط کی ہے، خصوصاً مسلمان ممالک کو اس میں بری طرح جکڑا ہے، یہ اقتصادی شکنجہ کیا ہے؟ لوہے کی زنجیر کے بجائے سونے کا پنجرا ہے، کہ ہم محض اس کے سونا ہونے سے متاثر ہو کر بخوشی اس پنجرے کے اندر گھس گئے، لیکن پنجرا تو پنجرا ہوتا ہے، خواہ فولادی ہو خواہ سونے کا ہو، قید میں مبتلا کرنے اور آزادی سے محروم کرنے میں تو دونوں یکساں ہیں۔

منزل بنتا ہے، جہاں سے آدمی چلے ہزار سال تک چلنے کے بعد بھی وہیں پہنچتا ہے، ساری اسلامی دنیا کا یہی حال ہے، منیر نیازی نے کہا تھا۔

منیر اس شہر پہ آسیب کا سایہ ہے شاید
کہ حرکت تیز تر ہے، سفر آہستہ آہستہ

بظاہر تو سب حرکت میں ہیں، دوڑ دھوپ اور سعی و محنت میں لگے ہوئے ہیں، تعلیم گاہیں بھی، اقتدار کے ایوان بھی، قانون ساز ادارے بھی، عدالتیں بھی، آرمی اور سیکورٹی ادارے بھی، سب مصروف ہیں، زندگیاں گزر رہی ہیں، جوانیاں اور توانائیاں صرف ہو رہی ہیں، لیکن کس چیز میں؟ نتیجہ کیا نکل رہا ہے، مسلمان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اسلامی ریاست وسلطنت کی اور ایک مسلمان قوم اور معاشرے کی ترجیحات کیا ہوتی ہیں؟ اور پاکستان کے قیام کے وقت جو ترجیحات متعین کی جا چکی تھیں، کیا یہ ساری بھاگ دوڑ اس منزل کی طرف ہو رہی ہے؟ اس مقصدِ زندگی کا حصول ہو رہا ہے، جو امت مسلمہ کا مسلمان قوم کا مسلمان فرد کا ہوتا ہے، یا اس کے برعکس سفر ہو رہا ہے، اللہ کے قوانین سے اللہ کے فرامین سے، اسلامی شریعت کے احکام ومقاصد سے انحراف کا سفر ہو رہا ہے۔

ترسم اے اعرابی کہ بکعبہ نرسی
کیں راہ تو می روی بترکستان است

آج کوئی الہامی کتاب اور کوئی آسمانی صحیفہ نازل ہوتا، تو اس میں شائد جمہوریت کا، اشتراکیت و کمیونزم کا، فاشزم کا، کیپٹل ازم کا، اور سرمایہ داری نظام کا، فوجی یا سول ڈکٹیٹر شب کا، شائد یونہی تذکرہ ہوتا، جس طرح فرعون و نمرود کا تذکرہ ہے، آج کے سودی اقتصادی و مالیاتی اداروں کا اور بینکوں کا، آئی ایم ایف کا فرعون کے دربار کے ایک بڑے سرمایہ دار قارون کی جگہ تذکرہ ہوتا، منسٹروں، نام نہاد عوامی نمائندوں، جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور بیوروکریٹوں کا تذکرہ ہامان کی جگہ اور قومِ نوح اور قومِ عاد وثمود کے اور فرعون کے ''مَلَاؤں'' (کھڑپینچ سرداروں) کی جگہ ہوتا۔

لیکن چونکہ قرآن نے بتا دیا کہ فطرت کے ضابطے، اور خدائی اصول اور خیر وشر کے پیمانے ہمیشہ یکساں رہتے ہیں، صرف افراد اور سوسائیٹیاں اور صورتیں بدلتی رہتی ہیں، تم صورتوں میں نہ الجھ جاؤ، حقیقت کی گہرائی تک پہنچو۔

نقشوں کو تم نہ جانچو لوگوں سے مل کر دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

جو حقیقت تمہیں فرعون وہامان، قارون ونمرود اور پچھلی قوموں کے کھڑپینچ وڈیروں اور سرداروں کے گفتار وکردار اور عادات واطوار میں نظر آئے گی، اپنی قوم، اپنے عوام، اپنے لوگوں پر تسلط کردہ ان کے استحصالی

وکافرانہ نظام کی صورت میں نظر آئے گی، وہی تمہیں انیسویں وبیسویں اور اکیسویں صدی کے سامراجوں میں، وڈیروں، جاگیرداروں، اور سرمایہ داروں میں، اشرافیہ اور بیوروکریٹوں میں بھی نظر آئے گی، پھر فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل نہ ہوگی، کہ پہلے خیر کا جو نتیجہ اور شر کا جو انجام ہوا، اور جن تدریجی مراحل سے خیر وشر کے دونوں متوازی سلسلے ہر زمانے میں گزرتے رہے ہیں، نزولِ قرآن کے بعد بھی یہ سب سلسلے یونہی چل رہے ہیں، کبھی طاغوت اور سامراج اگر فرعون ونمرود کی شکل میں یکے بعد دیگرے ایک ایک فرد کا نام تھا، تو آج جمہوریت واشتراکیت اور کیپٹل ازم کی شکل میں نظام اور سسٹم، طاغوت کی حیثیت رکھتے ہیں، دو چار سال بعد ان نظاموں کے تحت چہرے بدلتے رہتے ہیں، لیکن جن طاغوتی اصولوں پر یہ نظام مبنی ہیں، وہ یکساں رہتے ہیں، بقول اقبال مرحوم: ؎

جب سے بنی آدم ہوا ہے خود شناس وخودنگر　　　ہم نے خود پہنایا ہے شاہی کو جمہوری لباس

(نظم ابلیس کا مکالمہ اپنے چیلوں سے)

ملک میں مراعات یافتہ انسانوں کی بہت بڑی تعداد کو تمدنی سہولیات اور مادی اسباب کافی فراوانی کے ساتھ میسر ہیں، اور یہی لوگ اجتماعی زندگی میں مؤثر حیثیت رکھتے ہیں، یعنی افسر شاہی، نوکر شاہی، جدید تعلیم گاہوں کے معلمین، منڈی وبازار کے آڑھتی ودلال، اور بڑے بڑے تاجر وبیوپاری، فوج اور پولیس کے اہل کار، اور کرتا دھرتا، میڈیا سے وابستہ لوگ اس لئے ان کو ترقی ہی ترقی ہر سو نظر آتی ہے، ان کو یوں لگتا ہے کہ راجا پرجا سب ہماری طرح سکھی ہیں، شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ سے سیراب ہورہے ہیں، ہر طرف دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں، اور شہد کے پرنالے گر رہے ہیں، آسمان سے دھن برس رہا ہے، جل تھل کا عالم ہے۔

جبکہ تصویر کا دوسرا رخ تضادات سے بھرپور خود اس شہری اور تمدنی زندگی میں قدم قدم پر کچھ یوں جلوہ نما ہوتا ہے، کہ فلک بوس پلازوں، اور بڑے بڑے شاپنگ سنٹروں وسپر سٹوروں کے اوٹ میں کچی آبادیوں او بے خانماں لوگوں کے کلبہ احزاں کا بھی ایک سلسلہ قائم ہوتا ہے، ملک کے بڑے شہروں میں سرمایہ دارانہ نظام کے شاہکار، انتہائی امارت اور انتہائی غربت کے یہ دو متوازی سلسلے اور دورنگیاں جابجا رنگ بکھیر رہے ہوتے ہیں، اور تہذیب وترقی ومعاشی مساوات کے ڈھول کا پول کھول رہے ہوتے ہیں، جس وقت کسی تین، چار، پانچ سٹار والے ہوٹل میں یا کلچر وثقافت اور آرٹ کے نام پر قائم کسی محل نما بلڈنگ میں یا ایک سرمایہ دار، بیوروکریٹ کے عشرت کدے اور جاگیردار کی حویلی میں ناؤ ونوش کے ہنگامے برپا ہوتے ہیں، رقص وسرود کی محفلیں جمی ہوئی ہوتی ہیں، انواع واقسام کے خوانِ نعمت سجے ہوئے ہوتے ہیں، عین اس

گھڑی فٹ پاتھوں پر مفلوک الحال انسانوں کی ایک بڑی تعداد ایڑیاں رگڑ رہی ہوتی ہے، غریب آبادیوں کی کٹیاؤں میں فاقہ مست انسان نانِ جویں کو ترس رہے ہوتے ہیں، کہیں یتیموں اور بے آسرا بچوں کے نالے، بیواؤں اور بے سہارا عورتوں کی آہیں فضا کو سوگوار بنا رہی ہوتی ہیں، جس بے رحم استحصالی نظام اور طبقاتی تفاوت نے عہدِ فراعنہ و نمارده میں عوام کو بادشاہوں کا بے دام غلام بنا رکھا تھا، زمینی اور قدرتی وسائل و پیداوار پر قابض ہو کر عام رعایا کو انہوں نے اپنا دست نگر بنا رکھا تھا، زندگی کا نقشہ آج بھی اس سے کچھ بہت مختلف نہیں، جمہوریت کی آڑ میں آج بھی مخصوص خاندان اور طاقت ور اشرافیہ ہی سیاہ وسفید کا مالک ہے، جاگیرداری اور وڈیرہ شاہی کی لعنت آج بھی سندھ و پنجاب کے قصبات و دیہات میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہے، اور اپنی فرعونی راج چوکی پر، براجمان ہے۔

مفلوک الحال اور محروم القسمت انسانوں کی ایک بڑی تعداد ہر زمانے کی طرح اس زمانے میں بھی جنم بھر کے دکھ اٹھاتی ہے، ان کی نسلوں کی نسلیں پیدائش سے موت تک فرعون صفت وڈیروں، جاگیرداروں کے استحصال اور غلامی میں جکڑی رہتی ہیں، نسل در نسل کی غلامی اور بیگار سے ان کے انسانی جوہر ختم ہو جاتے ہیں، ڈھور ڈنگروں کی طرح ان کی زندگی گزرتی ہے، ان کو انسان کے مقام و مرتبہ اور کائنات میں انسان کی حیثیت کا پتہ نہیں ہوتا، وہ اسی استحصالی و غلامی پر مبنی زندگی پر ہی قانع و راضی ہو جاتے ہیں۔ ؎

طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا　　　اپنی منقار سے کس رہے ہیں حلقہ جال کا

کبھی ظلم و استحصال پر ان کے اندر کڑھن بھی پیدا ہوتی ہے، تو ان کی چیخیں ان کے اندر ہی دب کر رہ جاتی ہیں، قیامت کے دن، دوسرے جنم میں جو حقائق ظاہر ہونے والا دن ہوگا، جزا وسزا والا دن ہوگا، بادشاہوں کے، جاگیرداروں کے، طاغوتی نظاموں کے ہاتھوں زندگی بھر استحصال کا شکار رہ کر زندہ در گور ہونے والے انسان، آدم کے اولاد کی بہت بڑی تعداد شاید چیختے چلاتے، قبروں سے اٹھے اور زمین کے ان خودساختہ خداؤں کے گریبان پکڑے احکم الحاکمین کی بارگاہ میں دادخواہی چاہیں، مظلوم و استحصال زدہ کروڑوں انسان جو چیخیں اور آہیں، نالے اور فریادیں سینے میں دبائے زندگی کے دکھ جھیلتے جھیلتے اس دنیا کو پار کر گئے، یہ چیخیں ایک دن گونجیں گی، اور عرش کو بھی ہلائیں گی، احمد ندیم قاسمی نے کہا تھا۔ ؎

بادشاہوں کے مقبروں سے اگر　　　تم مرتب کرو گے تاریخیں
تب بھی اک روزان سے اڈیں گی　　　گرتے پڑتے عوام کی چیخیں

مقالات ومضامین

مفتی منظور احمد

# ناجائز اشیاء کی تجارت سے بچیئے (قسط ۴)

## خون کی تجارت

شریعت نے جن چیزوں کو حرام وناپاک قرار دے کر ان کی تجارت اور آمدنی کو حرام قرار دیا ہے، ان میں سے ایک چیز خون بھی ہے، خواہ وہ جانور کا ہو، یا انسان کا، لہٰذا اس کی تجارت بھی شرعاً جائز نہیں۔

چنانچہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر خون کی حرمت بیان کی گئی ہے، ان میں سے ایک آیت یہ ہے:

قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة انعام آیت ۱۴۵)

(اے پیغمبران سے) کہو کہ جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے، اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا، جس کا کھانا کسی کھانے والے کے لئے حرام ہو، الا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو، کیونکہ وہ ناپاک ہے، یا جو ایسا گناہ کا جانور ہو، جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، ہاں جو شخص (ان چیزوں میں سے کسی کے کھانے پر) انتہائی مجبور ہو جائے، جبکہ وہ نہ لذت حاصل کرنے کی غرض سے ایسا کر رہا ہو، اور نہ ضرورت کی حد سے آگے بڑھے، تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

اور ایک آیت میں ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ (سورة المائدة آیت ۳)

تمہارے اوپر حرام قرار دیا گیا ہے، مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کو، اور اس جانور کو جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، خون کی قیمت اور زانیہ کی کمائی سے منع

فرمایا (کنز العمال، ج۴ص۸۱، بیع الکلب والخنزیر، رقم الحدیث ۹۶۲۹)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار اور خون (کے استعمال) سے منع فرمایا (مسند ابی عوانہ، ج۴ص۳۷۲، رقم الحدیث ۶۷۳۴)

آج کل جہاں جانوروں کا خون مختلف مقاصد کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی تجارت ہوتی ہے، وہاں مختلف بیماریوں کی وجہ سے انسانوں کے لئے انسان کے خون کی ضرورت واہمیت بھی بڑھ گئی ہے، جس کی وجہ سے متعدد بلڈ بینک قائم ہیں، ان میں سے ایسے بینک بھی ہیں، جو ضرورت کے موقع پر انسانی خدمت کے طور پر مفت خون مہیا کرتے ہیں، لیکن بہت سے لوگ اور ادارے محض پیسہ کمانے اور تجارت کے لئے بلڈ بینک قائم کرتے ہیں، اور ضرورت مندوں کو مہنگے داموں خون فروخت کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ایک تو وہ خون جیسی ناپاک اور ناجائز چیز کی تجارت کی وجہ سے سخت گناہ گار ہیں، اور دوسرے ضرورت مندوں کی ضرورت سے فائدہ اٹھا کر ان کی مدد کے بجائے انہیں مہنگے داموں خون فروخت کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہیں۔

ایسے میں ان کی تجارت ان کے لئے دنیا وآخرت میں کیسے نفع بخش اور باعثِ برکت ہوسکتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی تجارت اور اس کی آمدنی سے محفوظ فرمائے۔

## گانے بجانے کے آلات کی تجارت

شریعت نے جن چیزوں کو حرام قرار دے کر ان کی تجارت سے منع فرمایا ہے، ان میں وہ تمام آلات شامل ہیں، جو صرف گانے بجانے اور دیگر معاصی وحرام کاموں میں استعمال ہوتے ہیں، ان کے علاوہ ان کا کوئی مصرف نہیں، ایسے آلات کی تجارت، ان کی خرید وفروخت اور ان کی آمدن کو قرآن وحدیث کے متعدد ارشادات میں حرام قرار دیا گیا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (سورة لقمان آيت ٦)

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں، تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کو بے سمجھے بوجھے اللہ کے راستے سے بھٹکائیں، اور اس کا مذاق اڑائیں، ان

لوگوں کو وہ عذاب ہوگا، جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ گانے بجانے والی باندیوں کی خرید وفروخت نہ کرو، اور نہ انہیں گانا سکھاؤ، ان کی تجارت میں کوئی خیر نہیں، اور ان کی قیمت حرام ہے، اور اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ''

(جامع الترمذی، ج۱ص۳۵، کتاب البیوع)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانا گانے والی اور نوحہ کرنے والی باندیوں سے روکا، اور ان کی خرید وفروخت وتجارت سے منع فرمایا، اور اشاد فرمایا کہ ان عورتوں کی کمائی حرام ہے (کنزالعمال ج۴ص۸۴، رقم الحدیث۹۶۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے گانا گانے والی باندیوں کی خرید وفروخت، اس کی اجرت، اس کی تعلیم اور اس کا گانا سننا حرام قرار دیا ہے (مجمع الزوائد ج۴ص۹۴، باب فی ثمن القینۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ گانے والی باندیوں کی خرید وفروخت مت کرو، اور نہ ہی انہیں گانے باجے سکھاؤ، اور ان کی تجارت میں کوئی خیر نہیں، اور ان کی کمائی حرام ہے (کنزالعمال ج۴ص۳۹، رقم الحدیث۹۳۹۳، کتاب البیوع)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مؤمنین کے لئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسری، طنبور (آلاتِ موسیقی) صلیب اور جاہلیت کو مٹادوں (الترغیب والترہیب، ج۴ص۳۰۲، رقم الحدیث۳۴۴۰)

آج کے دور کا یہ ایک سانحہ ہے کہ موسیقی کو فنونِ لطیفہ میں شامل کر کے اس کو ایک بڑا اہم فن اور پیشہ بنا دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے آلاتِ موسیقی کی تیار کے لئے مستقل صنعت اور انڈسٹری وجود میں آچکی ہے، جس میں مختلف انواع واقسام کے آلات تیار کئے جاتے ہیں، اور ان کی تجارت کے لئے باقاعدہ بازار ہر علاقے میں موجود ہیں۔

اس طرح یہ ناجائز تجارت بھی ہر جگہ عام ہے، جو پورے معاشرے کے لئے دنیا وآخرت میں وبال کا ایک سبب ہے۔ (جاری ہے.........)

**مقالات ومضامین** مفتی محمد رضوان

# تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (قسط۷)

## (چند شبہات کا ازالہ)

### فرشتوں کا اہلِ ذکر کو تلاش کرنا

حضرت ذکوان ابو صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ أَھْلَ الذِّکْرِ، فَإِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَنَادَوْا: ھَلُمُّوْا إِلٰی حَاجَتِکُمْ، قَالَ: فَیَحُفُّوْنَھُمْ بِأَجْنِحَتِھِمْ إِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا قَالَ: فَیَسْأَلُھُمْ رَبُّھُمْ، وَھُوَ أَعْلَمُ مِنْھُمْ، مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ؟ قَالُوْا: یَقُوْلُوْنَ: یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ وَیُمَجِّدُوْنَکَ، قَالَ: فَیَقُوْلُ: ھَلْ رَأَوْنِیْ؟ قَالَ: فَیَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰہِ مَا رَأَوْکَ؟ قَالَ: فَیَقُوْلُ: وَکَیْفَ لَوْ رَأَوْنِیْ؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَأَوْکَ کَانُوْا أَشَدَّ لَکَ عِبَادَۃً، وَأَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَتَحْمِیْدًا، وَأَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا، قَالَ: یَقُوْلُ: فَمَا یَسْأَلُوْنِیْ؟ قَالَ: یَسْأَلُوْنَکَ الْجَنَّۃَ قَالَ: یَقُوْلُ: وَھَلْ رَأَوْھَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ مَا رَأَوْھَا، قَالَ: یَقُوْلُ: فَکَیْفَ لَوْ أَنَّھُمْ رَأَوْھَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَوْ أَنَّھُمْ رَأَوْھَا کَانُوْا أَشَدَّ عَلَیْھَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَھَا طَلَبًا، وَأَعْظَمَ فِیْھَا رَغْبَۃً، قَالَ: فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: مِنَ النَّارِ، قَالَ: یَقُوْلُ: وَھَلْ رَأَوْھَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ مَا رَأَوْھَا: قَالَ: یَقُوْلُ: فَکَیْفَ لَوْ رَأَوْھَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَأَوْھَا کَانُوْا أَشَدَّ مِنْھَا فِرَارًا، وَأَشَدَّ لَھَا مَخَافَۃً، قَالَ: فَیَقُوْلُ: فَأُشْھِدُکُمْ أَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ، قَالَ: یَقُوْلُ مَلَکٌ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ: فِیْھِمْ فُلَانٌ لَیْسَ مِنْھُمْ، إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَۃٍ، قَالَ: ھُمُ الْجُلَسَاءُ لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ (بخاری، حدیث نمبر ۶۴۰۸، کتاب الدعوات)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے راستوں میں چکر لگاتے ہیں، اور اہلِ ذکر کو تلاش کرتے ہیں، پس جب وہ کچھ لوگوں کو پاتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ

کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں، تو وہ پکار کر کہتے ہیں کہ اپنی ضرورت کی طرف چلو، پھر وہ اپنے پروں سے آسمانِ دنیا تک ان لوگوں کو ڈھانپ لیتے ہیں، پھر ان کا رب ان سے سوال کرتا ہے، دراں حالیکہ رب تعالیٰ کو لوگوں کی حالت کا خوب اچھی طرح علم ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ وہ آپ کی تسبیح بیان کر رہے تھے، اور آپ کی تکبیر بیان کر رہے تھے، اور آپ کی تحمید بیان کر رہے تھے، اور آپ کی تمجید کر رہے تھے، رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا، تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں، تو کیسی حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ آپ کو دیکھ لیں، تو آپ کی زیادہ عبادت کرنے لگ جائیں، اور آپ کی زیادہ تمجید اور تحمید کرنے لگ جائیں، اور آپ کی کثرت سے تسبیح کرنے لگ جائیں، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کر رہے تھے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ آپ سے جنت کا سوال کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہمارے رب انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں، تو ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں، تو اس کی حرص اور زیادہ شدید ہو جائے، اور اس کی طلب اور زیادہ شدید ہو جائے، اور اس کی رغبت اور بڑھ جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کس چیز سے پناہ چاہ رہے تھے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ آگ (یعنی جہنم) سے، رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے اس آگ (یعنی جہنم) کو دیکھا ہے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ قسم اللہ کی اے ہمارے رب انہوں نے اس کو نہیں دیکھا، رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اس کو دیکھ لیں، تو ان کی کیا حالت ہو؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ اس کو دیکھ لیں، تو وہ اس سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام کریں، اور اس سے اور زیادہ ڈریں، تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی، تو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان میں فلاں شخص ایسا تھا، جو درحقیقت ان لوگوں میں سے نہیں تھا، وہ تو صرف کسی ضرورت کی وجہ سے آیا تھا، تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ تمام ہی ہم نشین (یعنی ایک مجلس کے شرکاء) ہیں، ان کا ہم نشین محروم نہیں ہوگا (ترجمہ ختم)

ذکرُ اللہ کے مفہوم میں تسبیح، تمجید وغیرہ اور تلاوتِ قرآن اور درس وتدریس سب داخل ہیں، بالخصوص جبکہ

حضرت ذکوان ابوصالح ہی کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے، جس میں کتابُ اللہ کی تعلیم اور درس وتدریس کرنے والوں کے لئے فرشتوں کے گھیر لینے اور رحمت کے ڈھانپ لینے اور اللہ تعالیٰ کا ان کا ذکر اپنے پاس کی مخلوق یعنی فرشتوں میں کرنے کا ذکر آیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ مذکورہ حدیث میں بھی فرشتوں کے ڈھانپ لینے کا ذکر ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر کرنے کی تفصیل مذکور ہے، جو کہ اس پہلی حدیث میں مذکور نہیں۔

لہٰذا حضرت ابوصالح کی ہی اُس حدیث کو مندرجہ بالا حدیث کی تشریح قرار دیا جانا ممکن ہے ''والحدیث یفسر بعضہٗ بعضا'' نیز درس وتدریس کے علاوہ قرآن مجید کی نفسِ تلاوت پر بھی یہ فضیلت مرتب ہوتی ہے، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتمجید اور تحمید اور جنت کی ترغیب اور جہنم کی ترہیب وغیرہ جیسے سب طرح کے مضامین پر مشتمل ہے۔

اور اگر آج کل کی زبان میں معروف ذکر مراد لیا جائے، تو یہ فضیلت ان لوگوں کے لئے ثابت ہے، جو اپنے اپنے ذکر میں مشغول ہوں، کوئی تسبیح کررہا ہو، کوئی تمجید، کوئی تحمید، کوئی دعا، اور کوئی تعوذ وغیرہ، جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے اس طرف اشارہ ہے، اس میں سب لوگوں کے ایک ذکر پر التزام کا کسی طرح ثبوت نہیں۔ پس اس حدیث سے بیک زبان اور بصوتِ واحد تداعی کے ساتھ جمع ہوکر ذکر کرنے پر بعض لوگوں کا استدلال کرنا درست نہیں۔

(عمدۃ القاری للعینی، ج۲۳ ص۲۸، کتاب الادب، باب فضل ذکر اللہ عز وجل، فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۴۳۵۰)(والتفصیل فی: حکم الذکر بالجہر صفحہ ۱۸۴، ۱۸۵)

## اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں پر فخر فرمانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ، قَالَ آللّٰهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ، قَالَ أَمَا إِنِّيْ لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلَّ عَنْهُ حَدِيْثًا مِنِّيْ وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا، قَالَ آللّٰهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ، قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ، قَالَ أَمَا إِنِّيْ لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنَّهٗ أَتَانِيْ

جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ (مسلم، حديث نمبر ۲۷۰۱، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ مسجد میں ایک حلقے کے پاس تشریف لائے، اور پھر فرمایا کہ تم کس وجہ سے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کررہے ہیں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کی قسم صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم صرف اسی لئے بیٹھے ہیں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تم سے قسم کسی بد گمانی کی وجہ سے نہیں لی اور میرے مقام ومرتبہ والا کوئی بھی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ سے کم حدیثوں کو بیان کرنے والا نہیں ہے، اور بے شک ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام کے ایک حلقے کی طرف نکلے تھے، تو فرمایا تھا کہ تمہیں کس بات نے بٹھلایا ہوا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم اللہ کا ذکر کرنے اور اس کی اس بات پر حمد وثناء کرنے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور ہم پر اس کے ذریعہ احسان فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ کی قسم تم اس بات کے علاوہ کسی اور وجہ سے نہیں بیٹھے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم ہم صرف اسی لئے بیٹھے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم سے قسم کسی بدگمانی کی وجہ سے نہیں اٹھوائی، بلکہ میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ اللہ عزوجل تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں ذکرُ اللہ سے، کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ کا مذاکرہ مراد ہونا راجح ہے، جس کی تفصیل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہی حدیث میں آئی ہے، اور وہ حدیث اِس حدیث کی تشریح وتفسیر ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ بریدہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ مُعَاوِيَةَ، خَرَجَ مِنْ حَمَّامِ حِمْصَ، فَقَالَ لِغُلَامِهِ: اِئْتِنِي لُبْسَتَيَّ فَلَبِسَهُمَا، ثُمَّ دَخَلَ مَسْجِدَ حِمْصَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا فَرَغَ إِذَا هُوَ بِنَاسٍ جُلُوسٌ، فَقَالَ لَهُمْ: مَا يُجْلِسُكُمْ؟ قَالُوا: صَلَّيْنَا صَلَاةَ الْمَكْتُوبَةِ ثُمَّ قَصَّ الْقَاصُّ، فَلَمَّا فَرَغَ قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ سُنَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: مَا مِنْ رَجُلٍ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلَّ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي، إِنِّي سَأُحَدِّثُكُمْ بِخَصْلَتَيْنِ حَفِظْتُهُمَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ

عَلَى النَّاسِ فَيَقُوْمُ عَلٰى رَأْسِهِ الرِّجَالُ يُحِبُّ أَنْ تَكْثُرَ الْخُصُوْمُ عِنْدَهُ فَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ، قَالَ: وَكُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ بِقَوْمٍ فِي الْمَسْجِدِ قُعُوْدٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يُقْعِدُكُمْ؟ قَالُوْا: صَلَّيْنَا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ، ثُمَّ قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ إِذَا ذَكَرَ شَيْئًا تَعَاظَمَ ذِكْرُهُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۲۱، کتاب العلم ،المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ۳۲۱)

ترجمہ: حضرت معاویہ حمص کے حمام سے تشریف لائے، اور اپنے غلام سے فرمایا کہ میرا لباس لے آیئے، پھر آپ نے اس کو پہن لیا، پھر حمص کی مسجد میں داخل ہوئے، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر جب نماز سے فارغ ہوگئے، تو کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے پایا، حضرت معاویہ نے ان سے فرمایا کہ تم کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے فرض نماز پڑھی، پھر ایک قصہ بیان کرنے والے نے (عبرت آمیز) قصہ بیان کیا، پھر جب فارغ ہوگئے، تو ہم بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاکرہ کررہے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں، جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ جو میرے مقابلہ میں کم حدیثیں بیان کرنے والا ہو، میں تم سے دو خصلتوں کو بیان کرتا ہوں، جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محفوظ کیا ہے، ایک خصلت تو یہ کہ کوئی آدمی بھی ایسا نہیں، جو لوگوں پر مسلط ہو، پھر اس کے سر پر لوگ کھڑے ہوں، وہ اس کو پسند کرتا ہو کہ اس کے پاس لڑائی جھگڑوں کی کثرت ہو، اور پھر وہ جنت میں داخل ہوجائے (یعنی جو لوگوں کے جھگڑوں کے واقعات اور لوگوں کے فیصلوں کے لئے اپنے پاس کثرت سے جمع ہونے کو پسند کرتا ہو، اس کا جنت میں داخل ہونا مشکل ہے) اور دوسری خصلت یہ ہے کہ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ نے مسجد میں کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے بٹھایا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے فرض نماز پڑھی، پھر ہم بیٹھ کر اللہ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاکرہ کررہے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں، تو اپنے ذکر (اور

اہلِ ذکر) کو بہت عظمت دیتے ہیں (یعنی اس پر فخر فرماتے ہیں) (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں فرض نماز سے فارغ ہوکر کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ کا مذاکرہ کرنے کی قید لگی ہوئی ہے، جس سے نہ تو آج کل کی زبان میں معروف مروجہ ذکر کا ثبوت ہوتا، اور نہ ہی اس کے لئے تداعی، اور اس سے بڑھ کر بیک زبان اجتماعی ذکر کا۔

اور اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے۔ [1]

پس اس سے مروجہ اجتماعی ذکر پر استدلال درست نہیں۔ [2] (جاری ہے.............)

---

[1] چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَقَدْ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيُّ مِنْ مُعَاوِيَةَ غَيْرَ حَدِيثٍ.

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ: علی شرطهما

بعض نے اس حدیث پر حسین کی وجہ سے ضعف کا حکم لگایا ہے، جو کہ درست نہیں، کیونکہ حضرت حسین کی سند سے بخاری اور مسلم نے احادیث کی تخریج کی ہے، اور یہ بخاری اور مسلم کے رجال میں سے ہیں۔

[2] چنانچہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''یہ حدیث بھی ذکر بالجہر کے مسئلہ سے غیر متعلق ہے، اس سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں بیٹھ کر اس بات کا تذکرہ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ان کو اسلام جیسی نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ بے پایاں نصیب فرمائی، اس میں اس ذکر کا کس طرح اور کس جملے سے ثبوت ملتا ہے جس کے اثبات پر مؤلفِ مذکور خوامخواہ ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہا ہے، پہلے باحوالہ یہ بات گزر چکی ہے کہ تعلیم کے علاوہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو دعا بلند آواز سے کرتے تھے اور نہ ذکر اور اس پر حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے......ان کے حلقے تعلیمِ دین اور تعلیمِ ذکر کے لئے تو ہوتے تھے، لیکن محض ذکر کی خاطر نہ تو گھروں میں وہ حلقے باندھتے تھے، اور نہ مسجدوں میں، اب غور کرنا مؤلف مذکور کا کام ہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام ذکر بالجہر کے لئے حلقے باندھتے تھے؟ یا وہ اس کاروائی کے خلاف تھے؟ حضراتِ صحابۂ کرام کا یہ طریقہ تو ہرگز نہ تھا'' (حکم الذکر بالجہر صفحہ ۱۸۵، ۱۸۶، ملخصاً)

---

(بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

# شعبان وشبِ برأت کے فضائل واحکام

''شعبانُ المُعَظَّمُ'' سے متعلق فضائل ومسائل اور منکرات وبدعات

ماہِ شعبان اور اس میں روزوں کی فضیلت، شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت

شبِ برأت سے متعلق چند شبہات کا ازالہ، شبِ برأت کی بدعات ورسوم

ماہِ شعبان کے تاریخی واقعات

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

# ماہِ جمادی الاخریٰ: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۰۱ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن حسین بن داؤد بن علی علوی حسنی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۹۹)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۰۲ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن بکران بن عمران بن موسیٰ بن مبارک بزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۲ ص۱۰۸)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۰۳ھ: میں عراق کے امیر بہاؤالدولہ ابونصر احمد بن عضدولہ ابن بویہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۱۸۵)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۰۹ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد بن موسیٰ بن ہارون بن صلت اہوازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۱۸۷، تاریخِ بغداد ج۵ ص۱۳۴)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۱۰ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن عمر بن عیسیٰ بن یحییٰ بلدی طرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ ص۲۴۷)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۱۱ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن علی بن ایوب بن معافی بن عباس بن محمد عکبری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۵ ص۸۱)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۱۳ھ: میں حضرت ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن حبیب نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۲۳۸)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۱۵ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن صالح بن جعفر بن محمد بن جعفر بن زیاد بن میسرہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۲ ص۴۴۱)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۱۷ھ: میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن احمد بن عبداللہ مروزی خراسانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۴۰۷)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۱۸ھ: میں حضرت ابوالعباس فضل بن عبدالرحمٰن بن فضل بن احمد بن عبدالعزیز ابہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص۳۷۶)

Idara Ghufran

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۱۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن حسن بن یحییٰ بن حسین بن احمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین نہر سابسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج۸ ص ۳۴)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۲۰ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی نصر عثمان بن قاسم بن معروف بن حبیب تمیمی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۶۷)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۲۱ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن عبدالرحمٰن بن احمد بن جعفر بن مرزبان یزدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۰۶)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۲۳ھ: میں حضرت ابومنصور محمد بن احمد بن محمد بن مزدین قومسانی ہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۴۴۲)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۲۵ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید ابیوردی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج۵ ص ۲۵۵)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۲۸ھ: میں حضرت ابوالحسن مہیار بن مرزویہ کاتب فارسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج۱۳ ص ۲۷۶)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۳۳ھ: میں شاعر ابوالحسن محمد بن جعفر جہرمی کی وفات ہوئی۔
(تاریخ بغداد ج ص)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۳۴ھ: میں حضرت ابوطالب عمر بن ابراہیم بن سعید بن ابراہیم بن محمد بن بجاد بن موسیٰ بن سعد بن ابی وقاص شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۷۳)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۳۶ھ: میں حضرت ابوالبرکات یحییٰ بن محمد بن حسین بن اسحاق بن براذق مؤدب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج۱۴ ص ۲۴۴)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۳۶ھ: میں حضرت ابوطالب محمد بن حسین بن احمد بن عبداللہ بن بکیر تاجر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۵۰)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۳۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن حسن بن بیان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۸ ص ۱۰۸)

□......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۳۷ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن حسن بن عبدالسلام مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۳۲)

Idara Ghufran

❑......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۴۱ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن عمر بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل برمکی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۵۲)

❑......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۴۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی بن عبداللہ بن محمد بن رحیم شامی ساحلی الصوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۳ص ۳۱۸،تذکرۃ الحفاظ ج۳ ۱۰۲،طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۲۷)

❑......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۴۲ھ: میں حضرت ابوالفتح منصور بن محمد بن عبداللہ اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۸۷)

❑......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۴۲ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن عبدالواحد بن محمد بن جعفر بن احمد بن جعفر بن حسن بن وہب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۳ص ۱۶۴)

❑......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۴۳ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن علی بن محمد بن صخر ازدی بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۳۹)

❑......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۴۶ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن نعمان بن عبدالسلام تیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۵۴،تاریخِ بغداد ج۱۰ ص ۱۴۴)

❑......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۴۷ھ: میں حضرت ابواحمد عبدالوہاب بن محمد بن موسیٰ غندجانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۶۲)

❑......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۴۷ھ: میں حضرت ابوالقاسم منصور بن عمر بن علی بغدادی کرخی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۸)

❑......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۴۹ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالعزیز بن محمد بن علی بن احمد مطرز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج۱۰ ص ۴۶۸)

❑......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۴۹ھ: میں حضرت ابوالعلاء محمد بن علی بن احمد بن یعقوب بن مروان واسطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ص ۳۱۴)

**بسلسلہ: آدابُ المعاشرت** مفتی محمد رضوان

# سلام وکلام کے ذریعہ سے صلہ رحمی

اگرچہ سلام کے ذریعہ سے صلہ رحمی کرنا حسنِ خلق کے مفہوم میں داخل ہے،لیکن کیونکہ سلام کے ذریعہ سے صلہ رحمی کرنا بہت آسان اور سہل صورت ہے، جس پر عمل کرنے کے لئے مال خرچ کرنے اور زیادہ جدوجہد کی ضرورت پیش نہیں آتی،اور ہر امیر وغریب اس پر عمل کر کے صلہ رحمی کے فضائل وفوائد سے مستفید ہو سکتا ہے۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے ذریعہ سے صلہ رحمی کرنے کو ممتاز کر کے بیان فرمایا۔

چنانچہ حضرت سوید بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بُلُّوْا أَرْحَامَكُمْ وَلَوْ بِالسَّلَامِ** (شعب الایمان حدیث نمبر ۷۶۰۲،الزهد لوكيع ، حديث نمبر ۴۰۲، باب صلة الرحم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی رشتہ داری کو تر کرو، اگرچہ سلام ہی کے ذریعہ سے کیوں نہ ہو(ترجمہ ختم)

اسی قسم کی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ کی سند سے بھی مروی ہے،اور مجموعی طور پر یہ حدیث سند کے اعتبار سے معتبر ہے۔

رشتہ داری کو تر کرنے کا ذکر بعض دوسری صحیح احادیث میں بھی آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

**يَا فَاطِمَةُ، أَنْقِذِىْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّىْ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا** (مسلم، ج ۱ ص ۱۹۲ ، كتاب الايمان)

ترجمہ: اے (میری بیٹی) فاطمہ! اپنے آپ کو آگ (یعنی جہنم کے عذاب) سے بچایئے ، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آپ کے لئے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں،سوائے اس کے کہ تمہارے لئے (میرے ساتھ) رحم کا رشتہ ہے، جسے میں اس کی تریوں (یعنی نیک سلوک اوراحسان) کے ساتھ تر کروں گا (ترجمہ ختم)

مراد یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ صلہ رحمی کروں گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صلہ رحمی میں اولاد بھی داخل ہے۔
صلہ رحمی کے عمل یعنی نیک سلوک اور احسان کرنے کو تَر کرنے سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ نیک سلوک نہ کرنا، خشک رویہ کہلاتا ہے، جو کہ صلہ رحمی کے خلاف ہے۔
اور تَر کرنے کے الفاظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح زمین پر پانی پڑنے سے زمین بارونق، بارآور اور ثمرآور ہوجاتی ہے، اسی طرح صلہ رحمی کے ذریعہ سے دنیاوآخرت بارونق اور ثمرآور ہوجاتی ہے۔
اور اس کے برخلاف قطع رحمی کرنے سے بنجر ہوجاتی ہے، جس طرح زمین، پانی کے نہ ہونے سے بنجر ہوجاتی ہے۔ نیز تَر کرنے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح پانی آگ اور گرمی کی شدت کو ختم یا کم کردیتا ہے، اسی طرح صلہ رحمی دنیاوآخرت کے عذاب اور وبال کی شدت کو ختم یا کم کردیتی ہے۔
(مرقاۃ المفاتیح ج۸ص ۳۳۷۱، کتاب الآداب، باب التحذیر من الفتن، (فتح الباری لابنِ حجر، ج۱۰ ص ۴۲۲، ۴۲۳، کتاب الادب، قوله باب هو بالتنوين تبل الرحم ببلالها)
سلام دوسرے کے لئے دعا اور خیر کو طلب کرنے کا نام ہے، اور سلام درحقیقت خیرِ کلام وحسنِ کلام میں داخل ہے، اس لئے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے لئے خیر کی دعا کرنا اور خیر کی جستجو وطلب کرنا، اور ان سے خیرِ کلام وحسنِ کلام سے پیش آنا بھی صلہ رحمی میں داخل ہے۔
اور اس کے خلاف سلام وکلام چھوڑ دینا یہ قطع رحمی میں داخل ہے، جس کا تین دن سے زیادہ رشتہ دار کے بجائے کسی عام مسلمان سے بھی ارتکاب کرنا گناہ ہے (مرقاۃ المفاتیح، ج۸ص۳۱۴۶، کتاب الآداب)
چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَـلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ: فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ (بخاری، حدیث نمبر ۶۰۷۷، کتاب الادب، باب الهجرة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ اس حال میں چھوڑے رکھے، کہ وہ دونوں ملاقات کریں، مگر یہ اُس سے اعراض کرے، اور وہ اِس سے اعراض کرے، اور ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے، جو سلام کی ابتداء کرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَإِنْ كَانَ تَصَارَمَا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَإِنَّهُمَا نَاكِبَانِ عَنِ الْحَقِّ مَا دَامَا عَلٰى صُرَامِهِمَا، وَأَوَّلُهُمَا فَيْئًا فَسَبْقُهُ بِالْفَيْءِ، كَفَّارَتُهُ فَإِنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، وَرَدَّ عَلَيْهِ سَلَامَهُ رَدَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ، وَرَدَّ عَلَى الْآخَرِ الشَّيْطَانُ، فَإِنْ مَاتَا عَلٰى صُرَامِهِمَا لَمْ يَجْتَمِعَا فِي الْجَنَّةِ أَبَدًا (مسند احمد ، حدیث نمبر ۱۶۲۵۷)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے ساتھ تین راتوں سے زیادہ تک قطع تعلقی کئے رکھے، پھر اگر وہ دونوں تین راتوں سے زیادہ قطع تعلقی پر قائم رہیں، تو وہ دونوں حق سے ہٹنے والے شمار ہوتے ہیں، جب تک کہ وہ قطع تعلقی کی حالت پر قائم رہیں، اور ان دونوں میں سے قطع تعلقی کو پہلے ختم کرنے والا (دراصل) قطع تعلقی کو ختم کر کے اس کا کفارہ کرنے والا ہے، پھر اگر یہ شخص دوسرے کو سلام کرلیتا ہے، اور دوسرا اس کے سلام کا جواب نہیں دیتا، اور اس کے سلام کو رد کردیتا ہے، تو اس کے سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں، اور دوسرے کو (اس کے فعل سے خوش ہونے کی وجہ سے) شیطان جواب دیتا ہے، پھر اگر یہ (دونوں) قطع تعلقی کی حالت میں ہی فوت ہوجائیں، تو جنت میں کبھی بھی جمع نہیں ہونگے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحِلُّ الْهِجْرَةُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَإِنِ الْتَقَيَا فَسَلَّمَ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ فَرَدَّ عَلَيْهِ الْآخَرُ السَّلَامَ اشْتَرَكَا فِي الْأَجْرِ، وَإِنْ أَبَى الْآخَرُ أَنْ يَّرُدَّ السَّلَامَ بَرِءَ هٰذَا مِنَ الْإِثْمِ وَبَاءَ بِهِ الْآخَرُ، وَقَدْ خَشِيتُ إِنْ مَاتَا وَهُمَا مُتَهَاجِرَانِ أَنْ لَّا يَجْتَمِعَا فِي الْجَنَّةِ (المعجم الاوسط للطبرانی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن سے زیادہ قطع تعلقی حلال نہیں، پھر اگر دونوں (قطع تعلقی کرنے والوں) کی ملاقات ہوگئی، اور ان میں سے ایک نے دوسرے کو سلام کیا، پھر دوسرے نے سلام کا جواب دے دیا، تو دونوں اجر وثواب میں شریک ہوجائیں گے، اور اگر دوسرے نے سلام کا جواب دینے سے انکار کردیا، تو یہ (سلام کرنے والا) گناہ سے بری ہوجائے

Idara Ghufran

گا،اور دوسرا اس (جواب نہ دینے) کی وجہ سے گناہ کا مستحق ہوجائے گا،اور مجھے خوف ہے کہ اگر دونوں اسی قطع تعلقی کی حالت میں فوت ہوگئے،تو وہ جنت میں جمع نہیں ہونگے (ترجمہ ختم)

یہ روایت اس سے پہلی روایت کے مضمون کے مطابق ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ، فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ مُسْلِمٍ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا، إِلَّا رَجُلًا کَانَتْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ أَخِیْہِ شَحْنَاءُ، فَیُقَالُ:أَنْظِرُوْا ھٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا (صحیح ابنِ حبان ج۱۲ ص ۴۸۴، حدیث نمبر ۵۶۶۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں، پھر ہر اس مسلمان بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے، جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا،مگر اس آدمی کی مغفرت نہیں کی جاتی، کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت ہو،جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رکھو، یہاں تک کہ یہ صلح نہ کرلیں (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ناراضگی کی بنیاد پر کسی مسلمان اور بطورِ خاص اپنے رشتہ دار سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی جائز نہیں،اور سخت گناہ ہے،اور اگر تین دن سے کم تک ہو،تو گناہ نہیں۔

مگر یہ اس ناراضگی کا حکم ہے، جو دنیاوی معاملات ومعاشرت کی بنیاد پر ہو، ورنہ اگر شریعت کے حکم کی وجہ سے ہو،مثلاً کسی بدکار کی بدکاری سے بچنے، یا اس کو تنبیہ واصلاح کرنے کے لئے،تو یہ صورت ان حدیثوں کی وعید اور گناہ میں داخل نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص سلام کرلیتا ہے،اور دوسرا جواب دے دیتا ہے،تو دونوں قطع تعلقی سے بَری سمجھے جائیں گے، ورنہ سلام کرنے والا تو بہرحال بَری ہو ہی جائے گا، کیونکہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کرچکا ہے،اب سلام کا جواب نہ دے کر دوسرا شخص قطع تعلقی کے وبال کا مستحق سمجھا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ سلام اور حسنِ کلام بھی صلہ رحمی کا حصہ ہے،لہٰذا اس کا بھی حسبِ موقع اہتمام کرنا چاہئے(فتح الباری لابنِ حجر، ج ۱۰ ص ۴۹۶، کتاب الادب، قولہ باب الھجرۃ،مرقاۃ المفاتیح، ج۸ص ۳۱۴۶، ۳۱۴۷،کتاب الآداب، باب ما ینھی عنہ فی التھاجر والتقاطع واتباع العورات)

**علم کے مینار** مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

# سرگذشت عہدِ گُل (قسط۴۵)

(سوانح حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم)

## دینی مسائل اور شرعی احکام کی تحقیق ومراجعت میں آپ کا منہج واسلوب

آپ کی تصنیفی وتالیفی خدمات اور فقہی تحقیقات کا تعارف پہلے گزر چکا ہے، یہاں احکامِ شرع میں آپ کے منہجِ تحقیق کا مختصراً جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

(۱)......اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ وذہانت کی نعمت سے نوازا ہے، جس میں آپ کے بقول کسب سے زیادہ وھبیت اور اکابر کی دعاؤں کا دخل ہے۔

(۲)......اس کے باوجود آپ نے اپنی طرف سے محنت کا بھی اہتمام فرمایا، فقہی ذخیرے کے وسیع مطالعہ ومزاولت اور افتاء وتحقیق، تصنیفی عمل میں اصل مآخذ وکتب اور مراجع کی طرف بکثرت مراجعت فرماتے ہیں، فقہی جزئیات کے استحضار اور ان میں راجح، مرجوح اور اوفق للعرف والزمان میں امتیاز کے اعتبار سے آپ کی نظر بحمداللہ تعالیٰ غیر معمولی وسیع وعمیق ہے، جس کا مظاہرہ آپ کے فتاویٰ، فقہی مقالات اور تصنیفی عمل سے ہوتا ہے۔

(۳)......آپ کا بیشتر تصنیفی کام کا دائرہ عملی زندگی سے متعلق شرعی احکام پر رہا ہے، آپ کی تصنیفات زیرِ بحث موضوع سے متعلق جزئیات واحکام کا قریب قریب استیعاب کئے ہوئے ہیں، اور یہ سب جزئیات کتبِ فقہ وفتاویٰ کی عبارات وحوالہ جات سے مبرہن ومدلل ہیں، اس طرح آپ کا تصنیفی وتالیفی کام استناد واستنباط سے مزین اور غیر معمولی درجے میں مستند ومعتبر ہے۔

(۴)......پچھلے چند سال سے آپ کے تحقیقی منہج میں جو ایک نمایاں تبدیلی یا ترقی نظر آتی ہے، جس کی عکاس آپ کی اس عرصہ کی نئی تالیفات وتصنیفات، فقہی مقالات اور پرانی تصانیف کے نئے ترمیم یا اضافہ شدہ ایڈیشن ہیں، وہ یہ ہے کہ فقہ حنفی کے وہ اہم اور بطورِ خاص اختلافی مسائل جو آپ کے ہاں زیرِ بحث آئے ہیں، ان کو احادیث وآثار سے مبرہن ومستنبط کیا گیا، اور احادیث وآثار کے عبارات وحوالہ

Idara Ghufran

جات بھی ثانوی مآخذ کی بجائے اصل متون اور امہات الکتب سے فراہم کرنے کا التزام ہوا ہے، اور احادیث میں صحیح اور معتبر وحسن درجے کی احادیث کو لیا گیا ہے، بوقت ضرورت حدیث کی استنادی حیثیت اور سند کی بحث متن یا حواشی میں ذکر کی گئی ہے۔

(۵)......اس عمل میں اس کی بھی بعض مرتبہ نوبت آئی ہے کہ احناف کے جو مسائل متاخرین مشائخ کے استنباطات (اور نص کے بجائے مذہب کے اصل مسائل یا صاحبِ مذہب کی تصریحات پر تفریع یا استخراج کے قبیل سے) ہیں متاخرین کی طرف سے بجائے اصل نصوص کی طرف مراجعت کرنے کے مذہب کے مجتہد فیہ واستنباطِ کردہ مسائل میں ہی تخریج درتخریج کے نتیجہ میں مدون ومنقح ہوئے ہیں، پھر ان بعد کے مشائخ کی طرف سے راجح یا مفتیٰ بہ بھی ٹھہرائے گئے ہیں، تو ایسے مسائل کا اصل نصوص اور خود براہِ راست اصحابِ مذہب فقہاء کے اس سلسلہ میں اقوال اور جمہور فقہاء کے موقف کی روشنی میں بھی جائزہ لیا گیا ہے، اگر تخریج درتخریج کا یہ عمل جو متاخرین کی طرف سے ہوا ہے، اصل نصوص کی صراحت وتنصیص کے مقابلے میں جن سے جمہور نے استدلال کیا ہے، تاویل یا توجیہ مفرط کے قبیل سے نظر آیا، تو ایسے مسائل میں اجتہادی طور پر لچک رکھی گئی ہے، اور متاخرین کی ان تخریجات کو نمایاں کرنے کے بجائے نص سے ظاہر ہونے والے مفہوم کو نمایاں کیا گیا ہے، اور جمہور کے موقف کو بھی اجاگر کیا گیا ہے، تاکہ نصوص کے سامنے آنے اور تحقیق سے ایک بات واضح ہونے کے باجود تقلیدِ مفرط اور تقلیدِ جامد میں مبتلا نہ ہوا جائے، جو کسی طرح بھی پسندیدہ عمل نہیں، بلکہ شرعی صراحتوں، فقہی اصولوں اور صاحبِ مذہب کی اپنی وضاحتوں کی رو سے بھی ایک ممنوع امر ہے۔ [1]

## آپ کے چند اسفار

بچپن میں تو آپ کے اسفار کی تفصیل معلوم نہیں، مگر دینی خدمات سے منسلک ہونے کے بعد آپ کا مزاج ومذاق شہرت واختلاط سے ہٹ کر، خاموشی ویکسوئی کے ساتھ ایک جگہ جم کر بیٹھنے اور کام کرنے کا ہے،

---

[1] لیکن اس کے باجود بہت سے لوگوں کا مایۂ فخر تقلیدِ مفرط وجامد کی اسی قسم کی مختلف شکلیں ہیں، عرصے سے ان شکلوں سے عادی ومانوس ہونے کی وجہ سے کوئی فاضل وصاحبِ تحقیق تقلید کے اصول ودوائر میں رہتے ہوئے بھی نصوص اور اصولِ شرع کے تناظر میں مشائخ متاخرین کی تخریجات کو نقد ونظر سے گزارے، تو ایسے اصحابِ جمود کی جبینِ اعتقاد پر بل پڑنے لگتے ہیں، اور شکنیں ابھرنے لگتی ہیں، ایسے میں ان کی عمومی اور روایتی آوازوں کے سامنے اس قسم کی تحقیقی نقد ونظر نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر رہ جاتی ہے۔

"کل حزب بما لدیھم فرحون"

Idara Ghufran

اسفاراوران کی بھی بلاسخت ضرورت تکثیر سے بالکل مناسبت نہیں، بوقتِ ضرورت، بقدرِضروت ہی آپ کے اسفار ہوئے ،اوراب بھی ہوتے ہیں،آپ کے قابلِ ذکراسفار جوملک کے اندردوسرے شہروں میں یا ملک سے باہر ہوئے ہیں،وہ اسفاراوران کامختصرحال ذیل میں ذکرکیاجاتا ہے۔

## سفرِحج

۱۴۱۸ھ میں جب جامعہ اسلامیہ،صدر، راولپنڈی کے دارالافتاء سے منسلک تھے،آپ نے اپنی والدہ صاحبہ کے ہمراہ سفرِحج کیا،اس سفرکاعلمی پہلو یہ ہے کہ دورانِ حج وعمرہ آپ اپنی بیاض(ڈائری) میں وہ کوتاہیاں اورمناسکِ حج وعمرہ میں کی جانے والی غلطیاں ملاحظہ کرکے معرضِ تحریر میں لاتے رہے، جوحج وعمرہ کرنے والوں کی طرف سے بکثرت وبالعموم سامنے آتی رہیں، بعد میں یہ بیاضی مسودہ تحقیق ومراجعت سے گزرکر’’حج کی غلطیاں‘‘ کے نام سے کتابچہ کی شکل میں شائع ہوا،اب یہ’’حج کا صحیح طریقہ‘‘ نامی آپ کے رسالے کاضمیمہ اورایک حصہ ہے(پیچھے تالیفات کے زمرے میں اس کاتعارف گزرچکاہے)

## دہلی وسہارنپور کے اسفار

دومرتبہ ویزے پرآپ کاانڈیاجاناہوا،یہ دونوں اسفارگزشتہ تین چارسال کے عرصے میں ہوئے ہیں، بلکہ دوسرا سفرتوابھی گزشتہ شوال ۱۴۳۱ھ میں ہواہے،ان دونوں اسفارکاحال التبلیغ کے اس وقت کے شماروں میں شائع ہوچکاہے(ملاحظہ فرمائیں:التبلیغ،جلد۵،شمارہ۳تا۵،جلد۷شمارہ۱۱،۱۲،وجلد۸،شمارہ۱)

## سفرِجلال آباد

یہ سفرغیررسمی انداز میں بطورِخود(غیرسیاسی سطح پر) مطالعاتی دورہ اوروہاں کے حالات کے مشاہدہ کے طور پرہواتھا، جوعلماء کی ایک جماعت کی معیّت میں امارتِ اسلامی افغانستان کے عہد(۱۴۱۷ھ یا۱۸ھ) میں ہواتھا، وہاں کے اہلِ علم،قضاۃ وغیرہ سے ملاقات ومجالست ہوئی تھی۔

## جامعہ اشرفیہ،صیانۃ المسلمین کے اجتماعات میں شرکت

۱۴۱۳ھ تا۱۴۲۳ھ کے دوران صیانۃ المسلمین کے اجتماعات میں چند دفعہ آپ کی شرکت ہوئی،اوربعض مرتبہ بیانات بھی ہوئے،راولپنڈی سے صیانہ کے اجتماع میں شرکت کے لئے کئی افراد کا قافلہ جاتا تھا،جن میں سے نمایاں ہستیاں جن کے راقم کونام یاد ہیں،اوراب مرحوم ہوچکے ہیں،یہ حضرات تھے،جناب قاری

محمد یوسف صاحب مرحوم (کوثر مسجد، محلّہ امر پورہ، متوفی ۱۴۱۹ھ) جناب صوفی محمد دین چشتی صاحب مرحوم ومغفور (مؤلف: شریعت وطریقت وغیرہ کتب) جناب مرزا صاحب مرحوم ومغفور، یہ حضرات صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔

راقم کو بھی تین دفعہ حضرت جی اوران بزرگوں کی معیت میں سفر کرنے اور صیانہ کے اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، پہلے دو اسفار میں راقم کی طالب علمی کا دور تھا، یہ اسفار بالعموم بذریعہ ریل ہوتے تھے، اس اجتماع میں انڈیا سے خصوصاً سہارنپور، جلال آباد، تھانہ بھون سے اہلِ علم اور بزرگ حضرات تشریف لاتے تھے، ان سے ملاقات ومجالست اوران کی زیارت بھی اس اجتماع میں شرکت سے ملحوظ ہوتی تھی (گزشتہ سات آٹھ سال سے صیانۃ المسلمین کا الگ مرکز بننے کے بعد جامعہ اشرفیہ سے اس سالانہ اجتماع کا سلسلہ موقوف ہوگیا ہے)

لاہور کا ایک سفر جامعہ مدنیہ ایک اجتماع میں حاضری کے سلسلہ میں بھی چند سال پہلے ہوا تھا، ایک سفر جامعہ دارالعلوم اسلامیہ، کامران بلاک، لاہور کا دو ڈھائی سال پہلے ہوا تھا، جہاں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ چند اہلِ علم اربابِ افتاء کی ایک علمی نشست میں شرکت کی تھی۔

## جامعہ حقانیہ، ساہیوال سرگودھا کے اسفار

راقم کی یادداشت کے مطابق جامعہ حقانیہ، ساہیوال سرگودھا دو دفعہ آپ کا جانا ہوا، ایک دفعہ حضرت اقدس حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ کی حیات میں حضرت کی صحبت اٹھانے اور فیوضات سمیٹنے کے لئے تین دن قیام کی غرض سے سفر کیا تھا۔

دوسرا سفر حضرت ترمذی رحمہ اللہ کی وفات پر ہوا تھا، جس میں آپ کے جنازہ میں شرکت اور حضرت کے خلف الرشید حضرت اقدس مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم سے تعزیت ملحوظ تھی۔

## چکوال کا سفر

اس سفر کا سن تو بالتعیین یاد نہیں، ۱۴۱۶ھ تا ۱۴۱۸ھ میں سے کوئی سال تھا، ربیع الاول میں حضرت اقدس قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ، چکوال میں سالانہ جلسہ ہوتا تھا، اس جلسہ میں بیان کے لئے آپ حضرت کی طرف سے مدعو تھے، حضرت مرحوم ومغفور کی زیارت وملاقات اور جلسہ میں حاضری کی غرض سے یہ سفر ہوا تھا، جلسہ میں بیان بھی ہوا تھا (جس میں شرکاء کی بعض باتوں پر اصلاح بھی کی گئی تھی)

اس کے علاوہ دوتین مرتبہ چکوال کے مضافات کے بھی دینی اسفار ہوئے۔

## کراچی کے اسفار

کراچی کے علمی، دعوتی، اور اصلاحی تعلق کے حوالے سے کئی اسفار آپ کے ہوئے، ایک سفر زکریا مسجد تبلیغی مرکز راولپنڈی کے نظم کے تحت علماء کی دس روزہ جماعت میں شمولیت کی صورت میں ہوا تھا، جس میں مولانا خلیل صاحب رحمہ اللہ، حضرت الاستاذ قاری سعید الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ، مولانا ضیاء الدین صاحب (ہری پور) مولانا ضیاء الحق صاحب (مانسہرہ) اور دوسرے اہلِ علم کی معیت وہمرکابی تھی، یہ دس روزہ دعوتی سفر بذریعہ ریل ہوا تھا، کراچی مرکز میں بھی قیام ہوا، اور کراچی کے جامعات میں اکابر اہلِ علم اور بزرگوں کی زیارت وملاقات کے بکثرت مواقع حاصل ہوئے، اس سفر کا سن وسال ۱۴۱۷ھ یا ۱۴۱۸ھ ہے۔

اس کے علاوہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں حاضری کے لئے چند بار سفر ہوا، ایک مرتبہ قانون وسیاستِ شرعیہ کے متعلق کورس میں شرکت کے لئے، ایک مرتبہ شرعی تکافل کے متعلق فقہی سیمنیار میں شرکت کے لئے، جس میں اندرون ملک اور دیگر اسلامی ممالک سے چیدہ چیدہ اہلِ علم وفقہاء تشریف لائے تھے (اس کا ثمرہ تکافل کمپنیوں کی صورت میں سامنے آیا، جو غیر سودی بینکاری کے سلسلے کی دوسری کڑی ہے)

متعدد مرتبہ حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدت فیوضہم کی خدمت میں اصلاحی تعلق کے سلسلے میں قیام کی غرض سے سفر ہوا، دارلعلوم کراچی کے ان اسفار کا سلسلہ ۱۴۱۷ھ تا ۱۴۳۰ تک پھیلا ہوا ہے، اس دوران مختلف سالوں میں یہ اسفار ہوئے۔

کراچی کا ایک سفر ۱۴۲۸ھ میں جامعہ بنوری ٹاؤن میں حج میں قصرواتمام کی تحقیق اوراس طرح کے بعض مسائل کی تحقیق کے بارے میں منعقدہ سیمینار میں شرکت کی غرض سے ہوا، اور مقالہ پیش کیا۔

ایک سفر دارالافتاء والارشاد کا حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم کی دعوت پر ہوا، جس میں بہت سے اہلِ علم اور اربابِ افتاء مدعو وشریک تھے، یہ سفر ۱۴۱۹ھ میں ہوا، اس وقت مفتیٔ اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ حیات تھے (یہ ہفت روزہ ضرب مومن اور امارتِ اسلامی افغانستان کے عروج کا دور تھا) ان اسفار میں کراچی کے اکابر اہلِ علم اور بزرگوں سے ملاقات واستفادہ ہوتا رہا، حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کے ہاں بھی ان میں سے بعض مواقع پر حاضری ہوتی رہی، حضرت مولانا حکیم مظہر صاحب دامت برکاتہم سے بھی ملاقات رہی۔

## ڈیرہ غازی خان کا سفر

جامعہ اسلامیہ، ڈیرہ غازی خان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت مولانا عبدالستار نعمانی صاحب دامت برکاتہم کی دعوت پر ۱۴۲۰ھ یا اس کے لگ بھگ ہوا تھا۔

## ملتان کے اسفار

ملتان میں آپ کے بعض اعزہ رہتے ہیں، اور راولپنڈی آنے سے پہلے آپ کے والدین اور گھرانہ ملتان میں ہی رہائش پذیر تھا، اعزہ سے ملاقات وغیرہ سلسلوں میں چند اسفار آپ کے ملتان کے بھی ہوئے، آپ کی ایک ہمشیرہ جو پہلے ملتان میں رہتی تھیں، کئی سال پہلے ملتان سے راولپنڈی منتقل ہو چکی ہیں، اس کے بعد سے آپ کا ملتان جانا بہت کم ہو گیا ہے۔

## متفرق اسفار

مرغز، صوابی (خیبر پختونخواہ) کا ایک سفر دارالافتاء کے رفیق مولانا طارق محمود صاحب کی دعوت پر ان کے گاؤں کا ہوا تھا (سن ۱۴۲۴ھ) ایک رات وہاں قیام کیا تھا، اگلے دن شام کو واپسی ہوئی تھی۔

مانسہرہ کا سفر راقم امجد کی دعوت پر ۱۴۲۵ھ میں ہوا تھا (مع اہلِ خانہ) دو راتیں قیام فرمایا، مانسہرہ شہر اور آگے اچھڑیاں، کوٹلیاں (وادی پکھل) تک چند مواضعات میں جانا ہوا تھا۔

چند اسفار اکوڑہ خٹک، نوشہرہ اور پشاور بسلسلہ خرید کتب ہوئے۔

ایک سفر کوٹلی (آزاد کشمیر) کا، ایک بالاکوٹ (مانسہر) کا بھی ہوا۔

اور ابھی حال ہی میں ایک سفر کوہستانِ نمک (کھیوڑہ) اور قلعہ روہتاس (جہلم) کا ہوا۔

متعدد مرتبہ مری کے علاقہ میں بھی موسمِ گرما میں تشریف لے گئے، اور حضرت والا نواب عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم کی خدمت میں اسلام آباد بھی آنا جانا لگا رہتا ہے۔

ایک سفر حیدر آباد (سندھ) کا ہوا، جس میں آپ نے مدرسہ مفتاح العلوم میں ایک اجتماع میں شرکت فرمائی، اور اس میں بیان بھی فرمایا۔

اس کے علاوہ غور غشتی (اٹک) حسن ابدال، تلہ گنگ، کلر سیداں، حویلیاں، مظفر آباد (آزاد کشمیر) جہلم، وغیرہ کے اسفار بھی ہوئے۔

(جاری ہے............)

**تذکرۂ اولیاء** (تذکرہ مولانا رومی کا: قسط۱۱) مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

# مثنوی کے منتخب اشعار مع تشریح

مولانا نے اس باطنی وجدان اور ذوق یقین کو بڑی اہمیت دی ہے، اور بتلایا ہے کہ حواس ظاہرہ کے مقابلے میں یہ باطنی حس ووجدان (امورِ غیبیہ کے ادراک کے لیے) کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔فرماتے ہیں:

۞......پنج حسے ہست جز ایں پنج حس  آں چو زر سرخ وایں حسہا چو مس

اندراں بازار کہ اہل محشر اند  حسِ مس راچوں حس زر کے خرند

حس ابداں قوت ظلمت می خورد  حسِ جاں از آفتابے می چرد

مطلب: ان ظاہری پانچ حواس کے علاوہ پانچ اور حواس بھی ہیں، یہ حواسِ ظاہرہ تو تانبے کے مثل جبکہ وہ حواس (قلبی ووجدانی قوتیں) اس کے مقابلے میں سونے کی طرح ہیں، اس بازار میں جہاں اہلِ محشر ہیں (عالمِ بالا یا عالمِ آخرت میں) تانبے جیسے حواس کو سونے جیسے حواس کے بدلے میں کون لے گا (کب لے گا، اور کیوں لے گا) یہ جسمانی حواس تاریکی کو غذا بناتے ہیں، جبکہ روح کے وہ حواس روشن آفتاب سے غذا پاتے ہیں۔

حضرت مولانا یہاں بڑے پتے کی باتیں کہہ گئے ہیں جن کی ذیل میں شق وار وضاحت کی جاتی ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ حواسِ ظاہرہ اور عقل ہر انسان کو عطا ہوئے ہیں، خواہ مؤمن ہو، یا کافر، مقبول ہو یا مردود۔

دوسری بات یہ کہ عقل حیوانی (جو عام انسانوں کی عقل کا مرتبہ ہے) کے سارے استدلال وفکر کی بنیاد انہی ظاہری حواس کی معلومات پر ہے، جیسے کہ پیچھے واضح کیا گیا ہے، تیسری بات یہ کہ اس ناسوتی زندگی میں انسانی زندگی کی بقاء، انسانی جسم کی نشوونما (جس میں ان ظاہری پانچوں حواس کی نشوونما بھی شامل ہے) دنیا کی مادی غذاؤں ہوا، حرارت، پانی، جمادات، نباتات (اناج غلوں، پھول، پھل ترکاریوں) اور حیوانات کے اجزاء (گوشت، انڈے، دودھ، گھی، مکھن، شہد وغیرہ) سے ہوتی ہے، اور مادہ چونکہ تاریک وبے شعور چیز ہے، اس لیے مادے کی ان مختلف شکلوں (اناج، غلے، جماد، نبات، حیوان وغیرہ) سے جو جسم وحواس نشوونما پاتے ہیں، وہ بھی تاریکی کی حامل ہیں، یعنی اس مادی عالم کے حجاب کو توڑ کر اس سے

آگے کے حقائق کا ادراک وہ نہیں کر سکتے، اس سے حواسِ ظاہرہ اور عقل کا دائرہ کار معلوم ہوگیا، ان کی محدودیت، نارسائی، اوران سے حاصل ہونے والے علم کی حقارت و بے وقعتی معلوم ہوگئی۔

اب چوتھی بات سمجھو کہ روح، انسان کے جسم اور حواس کی طرح مادی چیز نہیں، بلکہ لطیف اور مجرد جوہر ہے، جو اوپر کے عالم سے آئی ہے، بچہ جب ماں کے پیٹ میں چار ماہ کا ہوتا ہے، اس کا مادی اور خاکی بدن تشکیل پذیر ہوجاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ عالمِ بالا کے خزانوں سے روح فرشتہ کے ذریعہ بھیج کر اس کے جسم میں داخل کردیتے ہیں، تو یہ مادی اور خاکی جسم زندہ ہوجاتا ہے، تو حیاۃ کا سرچشمہ روح ہے، یہ مادی وخاکی بدن نہیں، روح اس سے نکل جائے تو چاردن میں پھول پھٹ کر گل سڑ کر دوبارہ مٹی ہوکر مٹی میں مل جاتا ہے۔

اور مادہ جو مختلف سانچوں میں ڈھل کر روح کی وساطت سے انسانی پیکر میں مجسم ومتشکل ہوا تھا، دوبارہ اپنی اصل مادی حالت پہ چلا جاتا ہے۔

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب موت کیا ہے، انہی اجزاء کا پریشان ہونا

روح جس طرح اوپر سے آئی تھی، جسم سے الگ ہونے کے بعد پھر دوسرے عالم میں (علیین یا سجین) چلی جاتی ہے، پس حیات کا سرچشمہ، شعور کا سرچشمہ، ادراک وعلم کا سرچشمہ اصل میں روح ہے، نہ کہ بدن۔

پانچویں بات جسم کے حواس کے علاوہ روح کے کچھ مستقل حواس بھی ہیں (جیسے کہتے ہیں کہ دل کی آنکھیں، دل کے کان، بصیرت کی نظر یعنی بصارت کے مقابلے میں دل کی نگاہ کو بصیرت کہتے ہیں) تو جس طرح روح کو جسم پر فوقیت وفضیلت حاصل ہے، اسی طرح روح کے حواس کو بھی جسم کے ظاہری حواس پر فضیلت حاصل ہے، اوران میں نسبت سونے اور تانبے کی سی ہے کہ تانبے کا رنگ بھی سونے کی طرح ہوتا ہے، اور وہ بھی سونے کی طرح دھات ہے، لیکن تانبے اور سونے کی حقیقت، دونوں کے اثرات، دونوں کے فوائد دونوں کی تاثیرات اور دونوں کی طرف رغبت اور میلان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

چھٹی بات جس طرح جسم مادی خوراک سے غذا حاصل کرکے آنکھ، ناک، کان کو سپلائی کرتا ہے، اوراس غذا سے خون بنتا ہے، جس سے پورے جسم کی طرح یہ ظاہری حواس بھی نشوونما پاتے ہیں، اور دیکھنے سننے، سونگھنے کا عمل کرکے دماغ کو، عقل کو کائناتی اشیاء کے بارے میں معلومات وادراک فراہم کرتے ہیں، تو اسی طرح روح کے حواس بھی غذا حاصل کرتے ہیں، لیکن روح چونکہ مادی چیز نہیں، عالمِ بالا سے آتی ہے، اس لیے روح اوران روحانی حواس کی غذا بھی مادی نہیں، بلکہ نورانی ہے، اوراسی سرچشمہ فیض سے براہِ

راست نشر ہوتی ہے، جہاں سے روح آئی ہے۔

ساتویں بات آفتاب سے غذا حاصل کرنے سے مراد آفتاب حقیقت، سرچشمہ نور، اللہ نور السموات والارض والی ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور روح کی غذا جو اوپر سے آتی ہے، وہ انبیاء کی شریعتوں کی صورت میں، وحی سے ثابت شدہ احکام کی صورت میں آتی ہے، روح کو جب یہ غذا ملتی ہے (شریعت کے احکام پر عمل در آمد کی صورت میں) تو روح کی نشو ونما ہوتی ہے، روح کی قوتیں پھلنے پھولنے لگتی ہیں، روح کے ادراک کے آلات وحواس بیدار ہوتے چلے جاتے ہیں، اور عالَمِ غیب سے ان کا کنکشن جڑ جاتا ہے، اور وہاں سے روح پر علوم کا، حقائق کا، معرفت واسرار کا فیض نازل ہوتا ہے۔

انبیاء پر علوم بالا کا یہ فیض وحی کی صورت میں اور انبیاء کے متبعین پر کشف، الہام، بصیرت، فراست، رویائے صادقہ اور عقلِ سلیم (نہ کہ عقلِ حیوانی جو خواہشات کی غلام ہو، جیسے کفار، نافرمانوں اور عام لوگوں کے عقول) کی صورت میں نازل ہوتا ہے، اب اس راستے سے جو علوم کا فیضان ہوتا ہے، وہ ایسے بڑے اور وسیع علوم ہوتے ہیں، جو عالَمِ سفلی سے عالم بالا تک عالم مشہود سے غیبیات تک، ناسوت سے لاہوت تک، مادیات سے روحانیات تک، دنیا سے عقبیٰ تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، جبکہ مادہ پرست معقولیوں کا علم جو حواس ظاہرہ اور عقل واستدلال کے راستے سے حاصل ہوتا ہے، اس تاریک ومحدود علم کو، اور مادی کائنات کے ساتھ مخصوص علم کو روح کے ان حواس کے ذریعے آنے والے علم سے کوئی نسبت ہی نہیں، بلکہ اس کے مقابلے میں اسے علم کہنا بھی محل نظر ہے۔ ؎ چہ نسبت خاک را با عالَمِ پاک

آٹھویں اور آخری بات، عالم بالا میں، عالم آخرت میں مادیات کے علم کی کوئی قدر وقیمت نہیں، کیونکہ یہ تو مرنے سے پہلے پہلے تک کے مادی تقاضوں اور مادی کائنات کے اُدھیڑ بن میں الجھا ہوا ہے۔

اقبال ٹریڈرز

Idara Ghufran

**پیارے بچو!** مولانا محمد ناصر

# مظلوم اونٹ

پیارے بچو! تم جانتے ہو کہ ہمارے پیارے ملک پاکستان کے چار صوبے ہیں۔

پنجاب خیبرپختونخواہ سندھ بلوچستان

صوبہ سندھ میں ریگستانی علاقے بھی ہیں، ریگستانی علاقہ وہ ہوتا ہے، جہاں کی زمین ریتلی ہو، اور وہاں ریت ہی ریت ہو، ان علاقوں میں پانی کی بہت کمی ہوتی ہے، پہلے زمانے میں جب آب رسانی کا موجودہ انتظام نہیں تھا، تو وہاں کے رہنے والے لوگوں کی زندگی کا ایک بڑا حصہ پانی کی تلاش میں گزر جاتا تھا، کبھی سال میں ایک آدھ مرتبہ بارش ہو جاتی تھی، تو بعض سخت جگہوں پر گڑھوں میں تالابوں کی صورت میں پانی جمع ہو جاتا تھا، ان علاقوں میں بعض جگہ گہرے گہرے کنویں ہوتے تھے، ریگستانوں میں رہنے والے کئی کئی میل کا سفر کر کے پانی لاتے تھے، انہیں اپنی زندگی گزارنے کیلئے اونٹوں سے کام لینا پڑتا تھا، یہاں ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا اونٹوں کے بغیر ممکن نہیں ہوتا تھا، کیونکہ اونٹ ریگستانی علاقوں میں بہت اچھے طریقہ سے چل لیتے ہیں، اس لیے ریگستانی علاقوں میں رہنے والے اکثر لوگوں کے پاس اونٹ ہوتے تھے، اور آج بھی ہوتے ہیں۔

بچو! صوبہ سندھ کے کسی ریگستانی علاقے کے ایک گاؤں میں ایک لڑکا رہتا تھا، اس کا نام خدا بخش تھا مگر گاؤں والے اس کو بخشو کہتے تھے۔

بخشو کے والد کے پاس بھی دو اونٹ تھے، جو ان کے چھوٹے سے خاندان کا حصہ بن چکے تھے، بخشو کے والد کو اپنے دونوں اونٹوں سے بڑا پیار تھا، وہ ان کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتا، بخشو کی ماں بھی اونٹوں کا بہت خیال رکھتی تھی۔

مگر بچو......! بخشو کی عادت بالکل مختلف تھی، وہ ان اونٹوں کے چارے میں مٹی ملا دیتا، ان کے پانی میں صابن گھول دیتا، بخشو کے والد اونٹوں کو چرانے کیلئے جنگل میں چھوڑتے اور بخشو کو کہتے کہ اونٹوں کی نگرانی کرتے رہنا، لیکن بخشو اس موقع سے خوب فائدہ اٹھاتا، وہ چھوٹے چھوٹے پتھر جمع کر کے کسی درخت پر چڑھ جاتا اور نشانہ لے لے کر اونٹوں کو مارتا، بے چارے اونٹ درد سے بلبلاتے اور بخشو ہنستا۔

بعض دفعہ خارش کی وجہ سے اونٹوں کے جسم پر کہیں کہیں زخم ہو جاتے ہیں، بخشو غلیل سے ان جگہوں پر نشانہ لگاتا، اونٹ تکلیف سے اِدھر اُدھر بھاگتے تو بخشو کو بڑا مزہ آتا۔

بخشو کے چچا نے اسے ایک دو دفعہ ایسی حرکتیں کرتا ہوا دیکھا تو اس کو اونٹوں کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا اور کہا کہ یہ بے زبان جانور بددعائیں دیتا ہے، اس کی بددعا لگ جاتی ہے مگر بخشو پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ گاؤں کے ایک بوڑھے آدمی نے بخشو کی یہ شرارت دیکھی تو اُسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ بیٹا! اونٹ کی دشمنی سے ڈرا کرو، جب یہ بے زبان جانور اپنا غصہ نکالنے پر آجاتا ہے تو جان لے کر ہی چھوڑتا ہے۔

بچو!............بخشو کے گاؤں میں کوئی مدرسہ نہیں تھا، اس کا سارا دن ایسی ہی شرارتوں میں گزرتا تھا، اُس کے سارے دوست اُس کی طرح جنگلوں میں اونٹ چراتے اور شرارتیں کرتے تھے، ایک دن مغرب کے وقت یہ لڑکے اونٹ چرا کر گاؤں واپس آ رہے تھے کہ ان کے کان میں یہ آواز آئی کہ گاؤں کی مسجد میں نئے امام صاحب آئے ہیں، بخشو اور اس کے دوست صرف امام صاحب کو دیکھنے کے شوق میں نماز پڑھنے چلے گئے، دیکھا تو ایک نورانی چہرے والے مولانا صاحب جائے نماز پر بیٹھے تھے۔

انہوں نے نماز میں قرآن مجید کی بڑی اچھی تلاوت کی، نماز کے بعد امام صاحب نے اعلان کیا کہ کل سے یہاں بچوں کیلئے قرآن مجید سیکھنے کی کلاس شروع ہوگی، سب بھائی اپنے اپنے بچوں کو داخل کرائیں تا کہ ان کے بچے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر سکیں، اور فلاں دن عشا کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس ہوا کرے گا۔

اگلے دن بخشو اور اس کے کئی دوستوں کو امام صاحب کے پاس پڑھنے بٹھا دیا گیا، ان کو الف با بھی پڑھنا نہیں آتی تھی، امام صاحب نے انہیں نورانی قاعدہ شروع کرا دیا، قرآن مجید کے درس میں امام صاحب اچھی اچھی باتیں بتاتے جس سے لوگوں کی اصلاح ہونے لگی، ایک دن امام صاحب نے بخشو اور اس کے دوستوں کو جنگل میں اونٹوں کے ساتھ شرارتیں کرتے دیکھا، وہ اُس وقت تو کچھ نہ بولے رات کو درس میں انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ:

> ایک دن ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ تھا، اس اونٹ نے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو گردن جھکالی، اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کے پاس تشریف

لائے، اوراس کے کانوں کے ساتھ ہاتھ پھیرا، جس سے وہ اونٹ خاموش ہوگیا، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟

ایک نوجوان آیا، اور کہا کہ اے اللہ کے رسول یہ اونٹ میرا ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اللہ نے تمہیں اس کا مالک بنایا ہے، اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو تکلیف پہنچاتے ہو، اور اس سے مسلسل کام لیتے ہو۔

اورامام صاحب نے کہا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی کو بھی گالی نہ دو۔

امام صاحب سے یہ واقعہ سن کر بخشو اوراس کے دوستوں پر بہت اثر ہوا، اللہ اوراس کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن سن کر اُن کے دلوں میں اللہ اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں بیٹھ گئی تھی۔

اس کے بعد بخشو اوراس کے دوستوں نے اونٹوں کو کبھی تنگ نہیں کیا۔

پیارے بچو! ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بے زبان جانوروں کو نہ ہی تکلیف دیں، اور نہ ہی گالم گلوچ کریں، اور خاص طور پر جو جانور یا پرندے ہم نے پال رکھے ہیں، اُن کے کھانے اور آرام کا بہت زیادہ خیال رکھیں۔ کہیں وہ جانور ہمیں بددُعا نہ دیدیں!!!

اشتہار سمر کورس

Idara Ghufran

**بزمِ خواتین**

مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

# معاف کرتے رہنا (قسط ۱)

معزز خواتین! ہر انسان کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، مؤمن ہو یا کافر، نیک ہو یا بُرا، عالم ہو یا جاہل، مال دار ہو یا غریب، بڑا ہو یا چھوٹا، اُسے زندگی بھر دوسرے انسانوں کی طرف سے ناگوار اور خلافِ مزاج وخلافِ طبیعت باتیں اور تکلیف دہ اُمور پیش آتے رہتے ہیں، پھر جن کی طرف سے ناگوار باتیں پیش آتی رہتی ہیں، ان میں اپنے بھی ہوتے ہیں پرائے بھی، دوست بھی ہوتے ہیں اجنبی بھی، رشتہ دار بھی ہوتے ہیں غیر بھی۔ اس طرح کے مواقع پر انسان کو کیا کرنا چاہئے، اس بارے میں قرآن وحدیث کی تعلیم یہ ہے کہ ایسے موقع پر انسان کو چاہئے کہ وہ دوسرے کو سچے دل سے معاف کردے، اور دنیا یا آخرت میں اس سے کسی طرح کا کوئی انتقام نہ لے۔ [۱]

## معاف کرنے کی فضیلت

متعدد قرآنی آیات اور متعدد احادیث میں دوسروں کے قصور اور غلطی کو معاف کردینے کی بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، اس سلسلے کی چند آیاتِ کریمہ ترجمہ وتشریح سمیت ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ** (۲/۲۳۷)

ترجمہ: اور (اے اہلِ حق) تمہارا (اپنے حقوق کو) معاف کردینا (بہ نسبت وصول کرنے کے) تقویٰ سے زیادہ قریب ہے (کیونکہ معاف کرنے سے ثواب ملتا ہے، اور ثواب کا کام کرنا ظاہر ہے کہ تقویٰ کی بات ہے) اور آپس میں احسان (اور رعایت) کرنے سے غفلت مت کرو (بلکہ ہر شخص دوسرے کے ساتھ رعایت کرنے کا خیال رکھا کرے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں (تو تم اگر کسی کے ساتھ رعایت واحسان کروگے اللہ تعالیٰ اس کی جزائے خیر تم کو دیں گے)

---

[۱] اگرچہ بعض خاص صورتوں میں برابر سرابر کا انتقام لینے کی بھی اجازت ہے، لیکن افضل بہرحال یہی ہے کہ معاف کردیا جائے۔ بلکہ دوسرے کے تکلیف دہ رویے کو بالکل بھلا دیا جائے۔

Idara Ghufran

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کا کسی دوسرے کے ذمے کوئی حق بنتا ہو، اور وہ شخص اس کا حق اس کو نہ دے، تو حق والا اگر اپنا حق اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر معاف کر دے، تو یہ تقویٰ وپرہیزگاری اور اجر وثواب والا کام ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص کو دوسرے کے ساتھ رعایت اور مہربانی والا طرزِ عمل رکھنا چاہئے، نہ کہ روکھا اور ناراضگی والا۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقی (پرہیزگار) بندوں کی خوبیاں بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (۳/۱۳۴)

ترجمہ: اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نکوکاروں کو (جن میں یہ خصال ہوں، بوجہ اکمل) محبوب رکھتا ہے۔

یعنی متقی اور پرہیزگار بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کو کسی ایسے شخص سے سابقہ پڑے، جو ان کو اذیت اور تکلیف پہنچائے تو وہ غصہ میں مشتعل اور بے قابو نہیں ہوجاتے، اور غصہ کے تقاضا پر عمل کر کے انتقام نہیں لیتے، پھر صرف یہی نہیں کہ انتقام نہ لیں، بلکہ دل سے بھی معاف کر دیتے ہیں، اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ تکلیف دینے والے کے ساتھ احسان کا معاملہ فرماتے ہیں، اسی ایک صفت میں گویا تین صفتیں شامل ہیں، اپنے غصہ پر قابو پانا، تکلیف دینے والے کو معاف کرنا، پھر اس کے ساتھ احسان کا سلوک کرنا (معارف القرآن، ج۲، ص۱۸۸، بتغیر یسیر)

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت ارشاد فرمائی کہ فَاعْفُ عَنْهُمْ (سورہ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۵۹) یعنی (ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے میں جو کوتاہی ہوگئی ہے) آپ ان کو معاف فرمادیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی ہماری بات نہ مانے، تو قطع نظر اس سے کہ وہ ہم سے چھوٹا ہے یا بڑا، اور یہ کہ اسے ہماری بات ماننی چاہئے یا نہیں، ہمارا کام یہ ہونا چاہیے کہ اس قرآنی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اسے معاف کر دیں، اور اس سے کسی طرح کا انتقام وبدلہ لینے کا خیال دل سے نکال دیں۔

سورۂ مائدہ کی ایک آیت میں ارشاد ہے:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (سورہ مائدہ، آیت نمبر ۱۳)

یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو معاف کریں، اور ان کی بدعملی سے درگزر کریں (اُن سے

نفرت نہ رکھیں ) کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو معاف کرنے اور ان سے درگزر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (سورہ اعراف، آیت نمبر ۱۹۹)

ترجمہ: معاف کرنے کو اختیار کیجیے، اور نیک کاموں کا حکم دیجیے، اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے۔

معاف کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سورۂ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُه عَلَى اللّٰهِ (سورہ شوریٰ، آیت نمبر ۴۰)

یعنی جو معاف کردے، اور اصلاح کا راستہ اختیار کرے، اُس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

سورۂ تغابن میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے:

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ تغابن، آیت نمبر ۱۴)

ترجمہ: اور اگر تم معاف کردو (یعنی سزا نہ دو) اور درگزر کرجاؤ (یعنی زیادہ ملامت نہ کرو) اور بخش دو (یعنی اس کو دل سے اور زبان سے بھلادو) تو اللہ تعالیٰ (تمہارے گناہوں کا) بخشنے والا (اور تمہارے حال پر) رحم کرنے والا ہے۔

## معاف کرنے کی اہمیت

قرآن مجید میں جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے، اُن میں سے ایک کام معاف کرنا اور چشم پوشی کرنا بھی ہے، چنانچہ سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ نور، آیت نمبر ۲۲)

ترجمہ: اور انہیں چاہیے کہ معافی اور درگزر سے کام لیں، کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں بخش دے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

تشریح: اگرچہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ایک خاص واقعہ ہے، لیکن ظاہر ہے کہ قرآنی ہدایات کسی خاص واقعہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہوتیں، بلکہ ان کے الفاظ عام ہونے کی وجہ سے سب لوگ ان احکام کے مکلّف

Idara Ghufran

ہوتے ہیں، لہٰذا اس آیتِ کریمہ میں جو ہدایت فرمائی گئی ہے یعنی کسی کی طرف سے کوئی تکلیف دہ رویہ پیش آنے پر اس کو معاف کر دینا اور اس سے چشم پوشی کر جانا ہمیں بھی اس ہدایت پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے معافی اور درگزر سے کام لینے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ معاف کرنے کی ترغیب بھی دی ہے، چنانچہ یہ فرمایا ہے کہ:

**اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ .**

یعنی کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں بخش دے؟

ذرا غور فرمائیں کہ اس دنیا میں کون انسان ایسا ہوگا، جو یہ پسند نہ کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمادیں، یقیناً ہر انسان غلطی وقصور ہوجانے کے بعد یہی چاہتا، اور پسند کرتا ہے کہ اس کی غلطی وقصور پر دنیا وآخرت میں کسی طرح کی باز پرس اور مؤاخذہ نہ ہو، اور یہی غلطی کا معاف کرنا کہلاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے بندوں سے ایک سوال فرمایا کہ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں بخش دے؟

اور اس سوال کا جواب ہر شخص کی طرف سے یقیناً یہی ہوگا کہ اور یہی ہونا بھی چاہئے کہ بلاشک وشبہ ہمیں یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری خطائیں بخش دے۔

سو جب ہر شخص یہی چاہتا اور پسند کرتا ہے، تو اسے بھی چاہیے کہ وہ دوسروں کے قصور کو کھلے دل سے معاف کردے، ہوسکتا ہے اسی عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی بخشش فرمادے، اور اس کی آخرت سنور جائے۔

## معاف کرنے کی فضیلت احادیث کی روشنی میں

معزز خواتین! معاف کرنے کی اہمیت وفضیلت سے متعلق چند آیاتِ کریمہ ترجمہ اور مختصر تشریح کے ساتھ اوپر ذکر کی گئی ہیں، اب اسی سے متعلق چند احادیث شریفہ کا ترجمہ وتشریح ملاحظہ کریں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُشْرَفَ لَهُ الْبُنْيَانُ، وَتُرْفَعَ لَهُ الدَّرَجَاتُ، فَلْيَعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَهُ، وَلْيُعْطِ مَنْ حَرَمَهُ وَيَصِلُ مَنْ قَطَعَهُ**

(مستدرک علی الصحیحین، وقال الحاکم :هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے محلات جنت میں اونچے ہوں، اور اس کے درجات بلند ہوں، اس کو چاہیے کہ جس نے اس پر ظلم کیا ہو، اس

کو معاف کردے، اور جس نے اس کو کبھی کچھ نہ دیا ہو، اس کو بخشش و ہدیہ دیا کرے، اور جس نے اس سے تعلقات توڑ رکھے ہوں، یہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرے (مستدرک)

اور اسی حدیث شریف کی دوسری روایت جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اس کے آخر میں ایک چوتھی بات یہ ارشاد ہے کہ جو شخص اس سے جہالت (وبدتمیزی) سے پیش آئے، یہ اس سے بردباری اور تحمل کے ساتھ پیش آئے۔

اس حدیث سے ظلم وزیادتی کرنے والے کو معاف کردینے اور بدتمیزی کرنے والے سے حلم وبردباری سے پیش آنے پر جنت میں اونچے محلات ودرجات ملنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :قَالَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا رَبِّ، مَنْ أَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ؟ قَالَ :مَنْ إِذَا قَدَرَ غَفَرَ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان) کذا فی المشکوٰۃ، ص ۴۳۴

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) عرض کیا: اے میرے رب! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں سے سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو (انتقام وبدلہ لینے کی) طاقت ہوتے ہوئے معاف کردے (بیہقی از مشکوٰۃ)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ قصوروار سے اس کے قصور کا بدلہ لینے کی طاقت ہونے کے باوجود بدلہ نہ لینا بلکہ اسے معاف کردینا اس سے انسان ذلیل نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب بندوں سے بڑھ کر معزز ومحترم ہوتا ہے۔

لٰہذا بدلہ لے سکنے کے باوجود معاف کردینا کمزوری وذلت کی دلیل نہیں ہے بلکہ صبر وہمت، عالی ظرفی تحمل وبرداشت اور عزت کی دلیل ہے۔ اور کمال بھی یہی ہے کہ انسان بدلہ لے سکتا ہو، لیکن اللہ کی رضا کی خاطر نہ لے، ورنہ جو بدلہ لے ہی نہیں سکتا، اس کا معاف کرنا تو عموماً مجبوری کا معاف کرنا ہوتا ہے۔

انتقام کی قدرت ہوتے ہوئے معاف کردینے کی فضیلت ایک حدیث شریف میں یہ بیان فرمائی گئی ہے:

مَنْ عَفَا عِنْدَ الْقُدْرَةِ، عَفَا اللهُ عَنْهُ يَوْمَ الْعُسْرَةِ (رواہ الطبرانی عن ابی امامۃ کذا فی الجامع الصغیر)

ترجمہ: جوشخص (انتقام وبدلہ لینے کی) طاقت ہوتے ہوئے معاف کردے گا (یعنی انتقام وبدلہ لینے کا خیال دل سے نکال دے گا) اللہ تعالیٰ تنگی اور مشکل والے دن (یعنی قیامت کے دن) اس سے درگزر کا معاملہ فرمائے گا۔

ایک اور حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ معاف کردینے سے انسان کی عزت بڑھتی ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ** (رواہ مسلم)

ترجمہ: صدقہ کرنا مال کو کم نہیں کرتا، اور کسی خطاوار کے قصور کو معاف کردینا معاف کرنے والے کی عزت ہی کو بڑھاتا ہے، اور جوشخص اللہ جل شانہٗ کی رضا کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے، تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کو رفعت اور بلندی عطا فرماتے ہیں (مسلم شریف)

تشریح: اس حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے، معاف کرنے اور عاجزی وانکساری اختیار کرنے تینوں اعمال کا ایک ایک اثر ذکر فرمایا ہے، اور اثر بھی ایسا کہ ظاہری نظر میں یہ اعمال کرنے سے اس کے خلاف کا شبہ ہوتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اثر ذکر فرما کر گویا اس شبہ کو دور فرمایا، چنانچہ صدقہ کرنے سے بظاہر مال کم ہوتا ہوا نظر آتا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، خواہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ بقیہ مال میں برکت عطا فرمادیتے ہیں کہ تھوڑے مال سے زیادہ کام پورے ہوجاتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ کسی موقع پر اسی طرح کا یا کسی اور طرح کا مال عطا فرمادیتے ہیں یا آخرت میں صدقہ پر اجر وثواب مل جائے گا۔

اسی طرح قصوروار کو یا بدتمیزی کرنے والے کو معاف کردینے اور اس سے کسی طرح کا کوئی انتقام نہ لینے میں بظاہر کمزور یا ذلیل ہونے کا شبہ ہوتا ہے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ معاف کردینے سے انسان کی عزت ہی میں اضافہ ہوتا ہے، یہ شبہ دور فرمادیا، عزت میں اضافہ ہونا خواہ اس وجہ سے ہو کہ جب کسی شخص کے بارے میں یہ شہرت ہوگی کہ وہ معاف کردیتا ہے، اور درگزر سے کام لیتا ہے، تو لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت پیدا ہوگی، اور اس کی عزت بڑھے گی، یا یہ مراد ہوگا کہ دنیا میں اور لوگوں کی نظر میں گو وہ کمزور اور غیر معزز سمجھا جائے، مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اور آخرت میں وہ ان شاءاللہ عزت والا ہوگا۔

اور جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر عاجزی وانکساری اختیار کی، یعنی جس مرتبے کا وہ مستحق تھا اپنے آپ کو اس مرتبے سے کم تر خیال کیا، تو اللہ تعالیٰ اس کو رفعت و بلندی عطا فرمائیں گے، خواہ دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ۔

اس حدیث شریف سے معاف کردینے کی یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کی وجہ سے انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے، لہٰذا گو بظاہر یہ بات ہماری ناقص سمجھ میں نہ آئے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وصداقت پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس بات کو جوں کا توں مان لیا جائے، اور اس کے تقاضے پر عمل کیا جائے۔ [1]

(جاری ہے......)

---

[1] (وعنه) أی :عن أبی هريرة (قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-ما نقصت صدقة ") ما نافية ومن فی قوله " :من مال "زائدة أو تبعيضية أو بيانية أی :ما نقصت صدقة مالا أو بعض مال أو شيئا من مال بل تزيد أضعاف ما يعطى منه بأن ينجبر بالبركة الخفية أو بالعطية الجلية أو بالمثوبة العلية، "وما زاد الله عبدا بعفو "أی :بسبب عفوه عن شیء مع قدرته على الانتقام "إلا عزا "قال الطيبی :فإنه إذا عرف بالعفو ساد وعظم فی القلوب وزاد عزه، أو المراد عز الثواب وكذا المراد من الرفع فی قوله "وما تواضع أحد لله "بأن أنزل نفسه عن مرتبة يستحقها لرجاء التقرب إلى الله دون غرض غيره "إلا رفعه الله "إما رفعه فی الدنيا وإما رفعه فی الأخرى، قلت :ولا منع من الجمع كما نقله النووی عن العلماء (رواه مسلم)(مرقاة المفاتيح ج۴ص ۲۰۰، باب فضل الصدقة)

---

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۹ ''ایک بیماری کا عبرت آمیز واقعہ''﴾

حکیم کلیم اختر صاحب نے چند دن تک بھاری اور ثقیل چیزوں سے پرہیز کی تجویز دی، اور چند دن تک استعمال کرنے کے لئے دوا بھی دی، اور بتلایا کہ اگر احتیاط نہ کی جائے، تو پتھری دوبارہ ہوجاتی ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہفتہ بھر سے متجاوز شدید تکلیف کا یہ دورانیہ ختم ہوگیا، لیکن بندہ کے لئے کھانے پینے اور دوسری بعض چیزوں کو طب وصحت کے اصولوں کے مطابق استعمال کرنے کے گہرے اثرات چھوڑ گیا، کھانے میں طویل وقفہ جو طبی اصولوں کی رو سے کم از کم چھ گھنٹہ پر مشتمل ہونا چاہئے، اور بادی وثقیل اور بعض دوسری مضر اشیاء سے بچنے کا اہتمام کرنے سے اب بحمد اللہ تعالیٰ بہت سکون ہے۔

اور گزشتہ زندگی میں جو طبی اصولوں کی مخالف ہوتی رہی، اس پر ندامت بھی ہے۔

اور معدہ جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، سالہا سال تک ہر طرح کے طبی اصولوں کے خلاف کرتے رہنے پر اس کے تحمل اور برداشت پر حیرت بھی، اللہ تعالیٰ قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

**آپ کے دینی مسائل کا حل** ادارہ

# قبلہ کا رُخ معلوم نہ ہونے کی صورت میں نماز کا حکم

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
اگر کوئی شخص جنگل میں ہے، اور اسے قبلہ کا رخ معلوم نہیں، یا کسی جگہ اندھیرا ہے، جس کی وجہ سے قبلہ کا رخ معلوم نہیں ہو رہا، تو ایسی صورت میں قبلہ کا رُخ متعین کر کے نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## جواب

اگر کوئی ایسی جگہ ہو کہ وہاں اسے قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو، اور مسجد یا کسی دوسری علامت کو دیکھ کر قبلہ کے رُخ کا پتہ نہ چل سکے، اور نہ ہی کوئی شخص قبلہ کا رخ بتانے والا موجود ہو، تو ایسی صورت میں تحری اور غور وفکر سے جس طرف قبلہ ہونے کا غالب گمان ہو، اس طرف رخ کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

اور تحری وغور وفکر کر کے جس طرف غالب گمان ہو، اس طرف رخ کر کے نماز پڑھ لینے کے بعد اگر معلوم ہوا کہ اس کا گمان غلط تھا، اور قبلہ کسی دوسری طرف تھا، تو بھی نماز درست کہلائے گی۔

مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ تحری اور غور وفکر کر کے جس طرف غالب گمان ہو، اس طرف رخ کر کے نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے، جبکہ ظاہری علامات (مثلاً مسجد) موجود نہ ہو، اور کوئی قبلہ کا رخ بتانے والا قابلِ اعتبار شخص بھی میسر نہ ہو۔

چنانچہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فِيْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ، فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةُ، فَصَلّٰى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا عَلٰى حِيَالِهِ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَ (فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ)** (سنن ترمذی، رقم الحديث ۳۴۵)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اندھیری رات کے سفر میں تھے، تو ہمیں قبلہ کا رخ معلوم نہیں ہوا، تو ہم میں سے ہر شخص نے اپنے گمان کے مطابق نماز پڑھ لی، پھر جب صبح

ہوئی، تو ہم نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا، تو یہ آیت نازل ہوئی:

"فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" "پس تم جس طرف بھی رخ کرلو، اسی طرف اللہ کی توجہ ہے"

اور حضرت عامر بن ربیعہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَظْلَمَتْ مَرَّةً وَنَحْنُ فِيْ سَفَرٍ فَاشْتُبِهَتْ عَلَيْنَا الْقِبْلَةُ فَصَلّٰى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا حِيَالَهُ فَلَمَّا انْجَلَتْ إِذْ بَعْضُنَا قَدْ صَلّٰى لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ وَبَعْضُنَا قَدْ صَلّٰى لِلْقِبْلَةِ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَضَتْ صَلَاتُكُمْ وَنَزَلَتْ (فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ) (مسند ابی داوٗد الطیالسی، رقم الحدیث ۱۲۴۱)

ترجمہ: ایک مرتبہ اندھیرا طاری ہوگیا، اور ہم سفر میں تھے، تو ہم پر قبلہ مشتبہ ہوگیا، پھر ہم میں سے ہر ایک آدمی نے اپنے گمان کے مطابق نماز پڑھ لی، پھر جب روشنی ہوگئی، تو پتہ چلا کہ ہم میں سے بعض نے غیر قبلہ کی طرف اور بعض نے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے، پھر ہم نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری نماز درست ہوگئی، اور یہ آیت نازل ہوئی کہ: "فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسِيْرٍ، أَوْ سَيْرٍ فَأَظَلَّنَا غَيْمٌ، فَتَحَيَّرْنَا فَاخْتَلَفْنَا فِي الْقِبْلَةِ فَصَلّٰى كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا عَلٰى حِدَةٍ، فَجَعَلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا يَخُطُّ بَيْنَ يَدَيْهِ لِنَعْلَمَ أَمْكِنَتَنَا فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَأْمُرْنَا بِالْإِعَادَةِ وَقَالَ: قَدْ أَجْزَأَتْ صَلَاتُكُمْ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۴۳)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر یا سیر میں تھے، تو ہم پر (گھیرے) بادلوں کا سایہ ہوگیا، تو ہم نے غور وفکر کیا، پھر ہمارا قبلہ کے بارے میں (لوگوں کے غور وفکر مختلف ہونے کی وجہ سے) اختلاف ہوگیا، پھر ہم میں سے ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی، اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے سامنے خط کھینچنا شروع کیا، تاکہ ہم (روشنی ہونے پر) اپنی اپنی جگہوں کو پہچان لیں، پھر ہم نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا، تو آپ نے ہمیں نماز کو لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا، اور فرمایا کہ تمہاری نماز جائز ہوگئی (ترجمہ ختم)

اگرچہ مذکورہ حدیث کی سند پر بعض محدثین کو کلام ہے، لیکن کیونکہ یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی ہے،

جس کی وجہ سے حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہے، اور اس سے استدلال بلاشبہ درست ہے، بالخصوص جبکہ بہت سے فقہاء کی طرف سے اس کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ [۱]

اس قسم کی احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ جب اندھیرے یا سفروغیرہ میں قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو، نہ تو کسی علامت سے (مثلاً مساجد کا رخ دیکھ کر) اور کوئی علامت نہ ہونے کی صورت میں نہ قبلہ کا رخ بتانے والے کسی معتبر شخص کے ذریعہ سے، تو ایسی صورت میں تحرّی اور غوروفکر کر کے اپنے گمان کے مطابق جس طرف قبلہ ہو، اس طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے، اگرچہ بعد میں معلوم بھی ہو جائے کہ نماز غیر قبلہ کی طرف پڑھی گئی ہے۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۱ ص ۱۱۹، کتاب الصلاۃ، فصل شرائط أرکان الصلاۃ، البحر الرائق، ج ۱ ص ۳۰۲، ۳۰۳، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ)

اور اگر قبلہ کا رخ بتانے والا قابلِ اعتبار شخص موجود ہو، اور اس سے قبلہ کا رخ معلوم نہ کیا جائے، تو تحری اور اپنے غوروفکر سے نماز پڑھنا جائز نہیں، لیکن اگر کسی نے پڑھ لی، تو اگر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی گئی، تو درست ہو جائے گی، ورنہ درست نہیں ہوگی۔

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ کوئی بتانے والا قابلِ اعتبار شخص موجود نہ ہو اور تحری اور غوروفکر کے بغیر نماز پڑھ لی ہو کہ اگر قبلہ کی درست سمت میں نماز پڑھی گئی، تو درست ہو جائے گی، ورنہ درست نہیں ہوگی۔

اور اگر کسی سے قبلہ کا رخ معلوم کیا گیا، اور اس نے نہیں بتایا، پھر اپنی تحری وغوروفکر کر کے غالب گمان کے مطابق نماز پڑھ لی، اور اس کے بعد اس نے قبلہ کا رخ بتایا تو بھی نماز درست ہو جائے گی، اگرچہ قبلہ کسی اور طرف ہی کیوں نہ ہو۔

(فتاوی قاضی خان، کتاب الصلاۃ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۱، ۲۷۲، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۱۷/ رجب المرجب/۱۴۳۲ھ 20/ جون/2011ء، بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی

---

[۱] قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ مُحتَجٌّ بِرُوَاتِهِ، كُلُّهُمْ غَيرَ مُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ فَإِنِّي لَا أَعْرِفُهُ بِعَدَالَةٍ وَلَا جَرْحٍ، وَقَدْ تَأَمَّلْتُ كِتَابَ الشَّيْخَيْنِ فَلَمْ يُخَرِّجَا فِي هَذَا الْبَابِ شَيْئًا.

وقال الذهبی فی التلخیص: هو یعنی محمد بن سالم أبو سهل واه

وقال الالبانی: وبالجملة فالحدیث بهذا الشاهد مع طرقه الثلاث عن عطاء یرقی إلی درجة الحسن إن شاء الله تعالی (ارواء الغلیل، تحت رقم الحدیث ۲۹۱)

**کیا آپ جانتے ہیں؟** مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

# سواری پر نماز پڑھنے کی صورت میں استقبالِ قبلہ کا حکم

**سوال:**......چلتی ہوئی سواری پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیا چلتی ہوئی سواری میں موجود ہوتے ہوئے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے؟ اور اس صورت میں استقبالِ قبلہ ضروری ہے یا نہیں؟

**جواب:**...... جب تک قبلہ کی طرف رخ کرنے کی قدرت ہو، اس وقت تک قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے، خواہ کوئی حضر میں ہو یا سفر میں۔

البتہ اگر کوئی شخص سواری پر سفر کر رہا ہو، تو اس کو چلتی ہوئی سواری پر بیٹھے بیٹھے نفل نماز پڑھنا جائز ہے، اور ایسی صورت میں قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں، اور ایسی صورت میں رکوع وسجدہ بھی اشارہ سے کرنا جائز ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَطَوُّعًا حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ فِي السَّفَرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ نَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهٖ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ** (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۵۰۳۸، واللفظ لہٗ، بخاری، حدیث نمبر ۴۰۰)

**ترجمہ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنی سواری پر بیٹھے ہونے کی حالت میں نفل نماز پڑھتے رہتے تھے، جس طرف کو بھی سواری کا رخ ہوتا تھا (اسی طرف رخ کر کے) پھر جب فرض نماز پڑھنا چاہتے تھے، تو اپنی سواری سے اترتے تھے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے فرض نماز پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

**رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّيْ عَلٰى دَابَّتِهِ التَّطَوُّعَ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ، فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ رَأَيْتُ أَبَا الْقَاسِمِ يَفْعَلُهٗ** (مسند احمد، حدیث نمبر ۴۴۷۰)

**ترجمہ:** میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی سواری پر نفل نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جس طرف کو بھی سواری کا رخ ہوتا تھا (اسی طرف رخ کر کے پڑھتے رہتے تھے) میں نے ان سے اس بارے میں ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم (یعنی رسول اللہ صلی

Idara Ghufran

اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث کی روشنی میں فقہائے احناف نے فرمایا کہ سواری پر سوار شخص خواہ شرعی مسافر ہو، یا غیر مسافر، اور خواہ وہ سواری سے نیچے اترنے پر قادر ہو یا قادر نہ ہو، بہر صورت اس کو چلتی سواری پر بیٹھے بیٹھے نفل نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ شہر کی حدود سے باہر ہو۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ اجازت صرف شرعی مسافر کے لئے ہے۔ البتہ شہر کی حدود میں چلتی سواری پر بیٹھ کر شرائط وارکان کا لحاظ کیے بغیر نفل نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور چلتی سواری پر نفل نماز پڑھنے کے جائز ہونے کی صورت میں اشارہ سے سجدہ کرنا جائز ہے، اور قبلہ کی طرف رُخ کرنا بھی ضروری نہیں، بلکہ جس طرف کو سواری جارہی ہے، اسی طرف منہ کر کے اشارہ سے رکوع وسجدے کے ساتھ نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ ایسی صورت میں جس طرف کو سواری جارہی ہے، اسی سمت کو شریعت نے قبلہ کا حکم دے دیا ہے۔

مگر یہ تمام سہولیات نفل نماز کے لئے ہیں، فرض نماز کے لئے بشرطِ قدرت قیام کرنا، قبلہ کی طرف رخ کرنا اور پورا رکوع وسجدہ کرنا ضروری ہے، جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض نماز سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف رُخ کر کے باضابطہ طریقہ پر پڑھنے کا ذکر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل بعض لوگ جو چلتی ہوئی سواری پر اپنی حالت میں بیٹھے بیٹھے رکوع وسجدے کے اشارہ کے ساتھ فرض نماز پڑھ لیتے ہیں، اور قیام، استقبالِ قبلہ، اور پورے رکوع وسجدے یا ان میں سے کسی چیز پر قادر ہونے کے باوجود ان شرائط وارکان کا لحاظ نہیں کرتے، ان کی نماز درست نہیں ہوتی۔

البتہ جس شرط یا رکن کی ادائیگی پر واقعی قدرت نہ ہو، تو اس کا معاملہ الگ ہے۔

(تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱ ص ۱۵۴، ۱۵۵، كتاب الصلاة، فصل فی الصلاة على الراحلة، بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۹۸، كتاب الصلاة، فصل بيان ما يفارق التطوع الفرض فيه، الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۴۲، ۱۴۳، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر، التطوع على الدابة والسفينة، الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج ۱ ص ۱۱۸، كتاب الصلاة، فصل شرائط أركان الصلاة)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۱۷/ رجب المرجب/ ۱۴۳۲ھ 20/ جون/ 2011ء، بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَ بۡصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

# حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۱۲)

## حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنی عصمت کی حفاظت

عزیزِ مصر کی بیوی نے گھر کے دروازے بند کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی طرف بلانے کی کوشش کی، اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف راغب کرنے اور مبتلا کرنے کے سارے اسباب جمع کردیئے، مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیزِ مصر کی بیوی کی گناہ کی دعوت سے اپنے آپ کو بچایا، اور ایسے موقع پر انسان کے دل میں بعض اوقات فطری اور غیر اختیاری طور پر بھی وسوسے کے درجے میں کچھ خیالات آجاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان غیر اختیاری خیالات کو بھی اپنی طرف سے ایک ’’برہان‘‘ ومدد کے ذریعہ سے ختم کردیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ، وَهَمَّ بِهَا لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ، كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَالۡفَحۡشَآءَ، اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِيۡنَ (سورۃ یوسف آیت ۲۴)

یعنی ’’اس عورت نے تو واضح طور پر یوسف (کے ساتھ برائی) کا ارادہ کرلیا تھا، اور یوسف کے دل میں بھی اس عورت کا خیال آچلا تھا، اگر وہ اپنے رب کی دلیل کو نہ دیکھ لیتے، ہم نے ایسا اس لئے کیا تاکہ ان سے برائی اور بے حیائی کا رخ پھیر دیں، بے شک وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے تھے‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ’’ھم‘‘ کی نسبت زلیخا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کی ہے، مفسرین کے نزدیک زلیخا کو جو خیال پیدا ہوا تھا، وہ تو گناہ کے عزم بالجزم کے درجے میں تھا، اور اسی عزم کو پورا کرنے کے اسباب وتدابیر اپنی حد تک وہ کر رہی تھی، جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں جو خیال پیدا ہوا تھا، وہ وسوسے کے درجے میں تھا، اور وسوسہ غیر اختیاری چیز ہوتی ہے، جس پر مؤاخذہ نہیں، نہ گناہ

Iqra Ghufran

ہے، جب تک آدمی اس وسوسے پر اپنے اختیار سے توجہ نہ دے، اور اس میں دلچسپی نہ لے، نہ اس پر عمل درآمد کرے۔ ۱؎

قرآن مجید نے یہ واضح طور پر نہیں فرمایا کہ وہ ''برہانِ ربانی'' جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے آئی،

---

۱؎ اس کی تفصیل مفسرین حضرات نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ عربی زبان میں ''ھم'' دو معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، ایک کسی کام کا قصد وارادہ اور عزم کر لینا، دوسرے محض دل میں وسوسہ اور غیر اختیاری خیال پیدا ہو جانا، پہلی صورت گناہ میں داخل اور قابلِ مؤاخذہ ہے، ہاں اگر قصد وارادہ کے بعد خالص اللہ تعالیٰ کے خوف سے کوئی شخص اس گناہ کو باختیارِ خود چھوڑے تو حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کی جگہ اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی درج فرما دیتے ہیں، اور دوسری صورت کہ محض وسوسہ اور غیر اختیاری خیال آ جائے، اور فعل کا بالکل ارادہ نہ ہو، جیسے گرمی کے روزہ میں ٹھنڈے پانی کی طرف طبعی میلان غیر اختیاری سب کو ہو جاتا ہے، حالانکہ روزہ میں پینے کا ارادہ بالکل نہیں ہوتا، اس قسم کا خیال نہ انسان کے اختیار میں ہے، نہ اس پر کوئی مواخذہ اور گناہ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آیت میں لفظِ ''ہَم'' زلیخا اور حضرت یوسف علیہ السلام دونوں کے لئے بولا گیا ہے، مگر ان دونوں کے ہَم یعنی خیال میں بڑا فرق ہے، پہلا گناہ میں داخل ہے، اور دوسرا غیر اختیاری وسوسہ کی حیثیت رکھتا ہے، جو گناہ میں داخل نہیں۔

قرآن مجید کا اسلوبِ بیان بھی خود اس پر شاہد ہے، کیونکہ ہَم وخیال دونوں کا ایک طرح ہوتا، تو اس جگہ تثنیہ کے صیغہ ''ولقد ھمّا'' کہہ دیا جاتا، جو مختصر بھی تھا، اس کو چھوڑ کر دونوں کے ہَم وخیال کا بیان الگ الگ فرمایا، اور زلیخا کے ہَم وخیال کے ساتھ تاکید کے الفاظ ''لَقَد'' کا اضافہ کیا گیا، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ہَم کے ساتھ لام اور قد کی تاکید نہیں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تعبیرِ خاص کے ذریعہ یہی جتلانا ہے کہ زلیخا کا ہَم اور نوعیت کا تھا، اور حضرت یوسف علیہ السلام کا ہَم دوسری طرح کا۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ أى بمخالطته إذ الهمّ -سواء استعمل بمعنى القصد والإرادة مطلقا أو بمعنى القصد الجازم والعقد الثابت كما هو المراد هاهنا، لا يتعلق بالأعيان.

والمعنى أنها قصدت المخالطة وعزمت عليها عزما جازما لا يلويها عنه صارف بعد ما باشرت مباديها وفعلت ما فعلت مما قص الله تعالى، ولعلها تصدت هنالك لأفعال أخر من بسط يدها إليه وقصد المعانقة وغير ذلك مما اضطره عليه السلام إلى الهرب نحو الباب، والتأكيد لدفع ما عسى يتوهم من احتمال إقلاعها عما كانت عليه بما فى مقالته عليه السلام من الزواجر وَهَمَّ بِهَا أى مال إلى مخالطتها بمقتضى الطبيعة البشرية كميل الصائم فى اليوم الحار إلى الماء البارد، ومثل ذلك لا يكاد يدخل تحت التكليف لا أنه عليه السلام قصدها قصدا اختياريا لأن ذلك أمر مذموم تنادى الآيات على عدم اتصافه عليه السلام به، وإنما عبر عنه بالهم لمجرد وقوعه فى صحبة همها فى الذكر بطريق المشاكلة لا لشبهه به كما قيل، وقد أشير إلى تغايرهما كما قال غير واحد :حيث لم يلزا فى قرن واحد من التعبير بأن قيل :ولقد هما بالمخالطة أو هم كل منهما بالآخر وأكد الأول دون الثانى(تفسير روح المعانى، تحت آيت ۲۴ من سورة يوسف)

وقال بعض اهل الحقائق الهمّ همان همّ ثابت وهو ما إذا كان معه عزم وعقد ورضى مثل همّ امراة العزيز فالعبد مأخوذ به -وهمّ عارض مثل الخطرة وحديث النفس من غير اختيار ولا عزم مثل همّ يوسف عليه السلام والعبد غير ماخوذ به ما لم يتكلم او يعمل ..........وجاز ان يكون معنى هم بها شارف على الهم -وما قيل فى تفسير قوله تعالى همّ بها انه حل الهميان وجلس منها مقعد الرجل من المرأة وما قيل انه حل سراويله وجعل يعالج ثيابه -وأسند هذا القول الى سعيد بن جبير وغيره من المتقدمين يأبى عنه(التفسير المظهرى، تحت آيت ۲۴ من سورة يوسف)

وہ کیا چیز تھی؟ اس لئے اس میں حضرات مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

جن میں سے پسندیدہ اور بے غبار بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے جتنی بات بتلادی اسی پر اکتفاء کیا جائے، اور اس برہان کی حقیقت ونوعیت کے متعلق سکوت رکھا جائے، یعنی یہ کہ یوسف علیہ السلام نے کوئی ایسی چیز دیکھی، جس سے غیر اختیاری وسوسہ ان کے دل سے جاتا رہا۔ ۱؎

---

۱؎ قال أبو جعفر :وأولى الأقوال في ذلك بالصواب أن يقال :إن الله جل ثناؤه أخبر عن همِّ يوسف وامرأة العـزيز كل واحد منهما بصاحبه ، لولا أن رأى يوسف برهان ربه ، وذلك آيةٌ من الله ، زجرته عن ركوب ما همَّ به يوسف من الفاحشة =وجائز أن تكون تلك الآية صورة يعقوب =وجائز أن تكون صورة الملك - وجائز أن يكون الوعيد في الآيات التي ذكرها الله في القرآن على الزنا =ولا حجة للعذر قاطعة بأيِّ ذلك (كان) من أيٍّ .والـصواب أن يقال في ذلك ما قاله الله تبارك وتعالى ، والإيمان به ، وترك ما عدا ذلك إلى عالمه(تفسير الطبری، تحت آیت ۲۴ من سورة یوسف)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیری اور حسن بصری رحمہم اللہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ اس خلوت گاہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت اس طرح ان کے سامنے کردی کہ وہ اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے ان کو متنبہ کررہے ہیں۔

عَـنْ سَـعِيـدِ بْـنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى "(لَـوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ)قَالَ :مُثِّلَ لَهُ يَعْقُوبُ فَضَرَبَ صَدْرَهُ، فَخَرَجَتْ شَهْوَتُهُ مِنْ أَنَامِلِهِ "(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۳۲۲)

قال الحاكم:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ.

وقال الذهبي في التلخيص:على شرط البخاري ومسلم

اور بعض مفسرین کے نزدیک عزیزِ مصر کی صورت ان کے سامنے کردی گئی۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر چھت کی طرف اٹھی، تو اس پر یہ آیت لکھی ہوئی تھی ''لاتـقـربـوا الزنا، انه كان فاحشة، وساء سبيلا'' یعنی زنا کے پاس نہ جاؤ، کیونکہ وہ بڑی بے حیائی اور (معاشرہ کے لئے) بہت برا راستہ ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ زلیخا کے مکان میں ایک بت تھا، اس نے اس بت پر پردہ، حجاب وغیرہ ڈالا، تو یوسف علیہ السلام نے وجہ پوچھی، اس نے کہا کہ یہ میرا معبود ہے، اس کے سامنے گناہ کی جرأت نہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا معبود اس سے زیادہ حیاء کا مستحق ہے، اس کی نظر کو کوئی پردہ نہیں روک سکتا۔

اور بعض حضرات کے نزدیک یہ نورِ نبوت تھا، جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں ڈال دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے درمیان آڑ بن گیا۔

لَـوْلا أَنْ رَأى بُـرْهـانَ رَبِّهِ أى حجته الباهرة الدالة على كمال قبح الزنا وسوء سبيله، والمراد برؤيته لها كمال إيـقانه بها ومشاهدته لها مشاهدة واصلة إلى مرتبة عين اليقين، وقيل :المراد برؤية البرهان حصول الأخلاق وتـذكر الأحوال الرادعة من الإقدام على المنكر، وقيل :رؤية وَلا تَـقْرَبُوا الزِّنى إِنَّهُ كانَ فاحِشَةً وَساءَ سَبِيلًا مـكـتـوبـا فـى الـسـقـف، وجواب لَوْلا محذوف يدل عليه الكلام أى لولا مشاهدته البرهان لجرى على موجب ميـلـه الـجـبـلـى لـكـنـه حيث كان مشاهدا له استمر على ما هو عليه من قضية البرهان، هذا ما ذهب إليه بعض الـمـحـقـقـيـن فـى مـعـنى الآية وهو قول بإثبات هم له عليه السلام إلّا أنه هم غير مذموم(تفسير روح المعانى، تحت آیت ۲۴ من سورة یوسف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''کَـذٰلِکَ لِـنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ ''یعنی ہم نے یوسف علیہ السلام کو یہ برہان اس لئے دکھائی کہ ان سے برائی اور بے حیائی کو ہٹادیں، برائی سے مراد صغیرہ گناہ اور بے حیائی سے مراد کبیرہ گناہ ہے، یعنی ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے ان کو محفوظ رکھیں۔ ؎۱

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ برائی اور بے حیائی کو حضرت یوسف علیہ السلام سے ہٹادینے کا ذکر فرمایا، حضرت یوسف علیہ السلام کو برائی اور بے حیائی سے ہٹانا نہیں فرمایا، جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو اپنی شانِ نبوت کی وجہ سے اس گناہ سے خود ہی ہٹے ہوئے تھے، وہ گناہ کی

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واختلفوا فی ذلک البرهان فقال جعفر بن محمّد الصادق رضی الله عنهما البرهان النبوة الّتی أودع الله فی صدره حالت بینه وبین ما یسخط الله عز وجل -وهذا أصوب الأقوال عندی -وقال قتادة واکثر المفسرین انه رای صورة یعقوب وهو یقول له یا یوسف تعمل عمل السفهاء وأنت مکتوب فی الأنبیاء -وقال الحسن وسعید بن جبیر ومجاهد وعکرمة والضحاک انفرج له سقف البیت فرای یعقوب علیه السلام عاضًا علی إصبعه -وقال سعید بن جبیر عن ابن عباس مثل یعقوب فضرب بیده فی صدره فخرجت شهوته من أنامله -واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ عن محمّد بن سیرین قال مثل له یعقوب عاضًا علی إصبعه یقول یوسف بن یعقوب بن إسحاق بن ابراهیم خلیل الرّحمن اسمک فی الأنبیاء وتعمل عمل السفهاء -وقال السدی نودی یا یوسف تواقعها انما مثلک ما لم تواقعها مثل الطیر فی جو السماء لا یطاق -ومثلک إذا واقعتها مثله إذا مات ووقع فی الأرض لا یستطیع ان یدفع عن نفسه شیئا -ومثلک ما لم تواقعها مثل الثور الصعب الّذی لا یطاق -ومثلک ان واقعتها مثل الثور یموت فیدخل النمل فی اصل قرنیة لا یستطیع ان یدفع عن نفسه -واخرج ابن جریر عن القاسم بن ابی نزة قال نودی یا ابن یعقوب لا تکونن کالطیر له ریش فاذا زنی فغدا لیس له ریش فلم یعرض للنداء -فرفع رأسه فرای وجه یعقوب عاضًا علی إصبعه -فقام مرعوبا استحیاء من أبیه -وفی روایة عن مجاهد عن ابن عباس انه انحط جبرئیل عاضًا علی إصبعه یقول یا یوسف تعمل عمل السفهاء وأنت مکتوب عند الله فی الأنبیاء -وروی انه مسحه بجناحه فخرجت شهوته من أنامله- وقال محمّد بن کعب القرظی رفع یوسف علیه السلام راسه الی سقف البیت حین همّ فرای کتابا فی حائط البیت لا تَقْرَبُوا الزِّنی إِنَّهُ کانَ فاحِشَةً وَساءَ سَبِیلًا -وروی عطیة عن ابن عباس رضی الله عنهما فی البرهان انه رای مثال الملک -وعن علی بن الحسین رضی الله عنهما قال کان فی البیت صنم فقامت المرأة وسترته بثوب -فقال لها یوسف لم فعلت هذا قالت استحییت منه ان یرانی علی المعصیة فقال أتستحیین ممّن لا یسمع ولا یبصر ولا یفقه فانا أحق ان استحیی من ربی وهرب (التفسیر المظهری، تحت آیت ۲۴ من سورة یوسف)

؎۱ کذلک لِنَصْرِفَ عَنْهُ ای عن یوسف السُّوءَ ای المعصیة الصغیرة وَالْفَحْشاءَ ای الکبیرة یعنی الزنی إِنَّهُ مِنْ عِبادِنَا الْمُخْلَصِینَ قرا نافع والکوفیون بفتح اللام حیث وقع معرفا باللام یعنی مختارین للنبوة أخلصهم الله تعالی لنفسه والباقون بکسر اللام ای مخلصین لله الطاعة والعبادة (التفسیر المظهری، تحت آیت ۲۴ من سورة یوسف)

Idara Ghufran

طرف نہیں گئے تھے، نہ اس گناہ کے ارتکاب کے لئے کوئی تدبیر وکوشش کی تھی، نہ ارادہ کیا تھا، مگر برائی اور بے حیائی نے ان کو گھیر لیا تھا، کہ عزیزِ مصر کی بیوی نے اس گناہ کا ارادہ کر کے اس کے اسباب ولوازمات اکھٹے کئے، اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اس گناہ میں ملوث کرنے کی تدابیر کیں، تو ہم نے اس کے جال کو توڑ دیا۔ [۱]

سبق آموزی......: حضرت یوسف علیہ السلام کا اسوہ حسنہ اور پاکدامنی کا مرقع پیش کر کے قرآن مجید نے مسلمان نوجوان کے سامنے ایک مقدس، آئیڈیل نمونہ رکھ دیا کہ جوانی گزارنے کا سٹائل اور انداز یہ بھی ہے، جو آدمی کو لافانی بنا دیتا ہے، تاریخ میں اس کا نام امر ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو جاتا ہے، فرشتوں کی ملاءِ اعلیٰ میں محبوب بن جاتا ہے، رہتی دنیا تک انسانوں کے دل اس کے تقدس وعقیدت سے لبریز ہو جاتے ہیں، اس کے کیرکٹر وکردار سے آنے والی نسلیں زندگی کی تاریک راہوں میں روشنی حاصل کرتی ہیں۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری　　　　وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

---

وہی نوجواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا　　　　جوانی ہو جس کی بے داغ ضرب ہو کاری

(جاری ہے......)

---

[۱] قرآن مجید کے یہ الفاظ بھی اس پر شاہد ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کسی ادنیٰ گناہ میں مبتلا نہیں ہوئے، اوران کے دل میں جو خیال پیدا ہوا تھا، وہ گناہ میں داخل نہ تھا، ورنہ یہاں تعبیر اس طرح ہوتی کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو گناہ سے بچا لیا، بلکہ فرمایا کہ گناہ کو ان سے ہٹا دیا، جو دوسرا فریق ان پر مسلط کرنا چاہتا تھا۔

ریاض سٹیل

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

# کھجور کے فوائد وخواص (قسط۴)

## جس گھر میں کھجور ہو، وہاں فاقہ نہیں آتا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَجُوعُ أَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ (مسلم، حدیث نمبر ۲۰۴۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گھر والے بھوکے نہیں ہونگے، جن کے یہاں کھجور ہو (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ، بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيْهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ، يَا عَائِشَةُ، بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيْهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ أَوْ جَاعَ أَهْلُهُ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا (مسلم، حدیث نمبر ۲۰۴۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! وہ گھر کہ جس میں کھجور نہ ہو، اس کے گھر والے بھوکے رہ جائیں گے، اے عائشہ! وہ گھر کہ جس میں کھجور نہ ہو، اس کے گھر والے بھوکے رہ جائیں گے، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمائی (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

بَيْتٌ لَيْسَ فِيْهِ تَمْرٌ، كَأَنَّ لَيْسَ فِيْهِ طَعَامٌ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۴۷۴۰)

ترجمہ: جس گھر میں کھجور نہ ہو، وہ ایسا ہے گویا کہ اس گھر میں کھانا نہ ہو (ترجمہ ختم)

کھجور کیونکہ ایک پھل ہونے کے باوجود غذائیت سے بھرپور ہے، اس لئے یہ غذائیت کا کام دیتا ہے، اور کوئی غذا نہ ہونے کی صورت میں اس کا کھانا جسم کے لئے غذائی اجزاء کی کمی نہیں ہونے دیتا۔

Idara Ghufran

جس سے معلوم ہوا کہ گھر میں کھجور کا ہونا انتہائی نافع ہے۔

(فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۳۱۶۵، ج۳ص ۲۰۹، حرف الباء الموحدہ)

## کھجورے کے کیڑے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أُتِیَ النَّبِیُّ -صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ -بِتَمْرٍ عَتِیقٍ فَجَعَلَ یُفَتِّشُهُ یُخْرِجُ السُّوسَ مِنْهُ(ابوداؤد ،حدیث نمبر ۳۸۳۲،کتاب الاطعمة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پرانی کھجوریں لائی گئیں،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کیڑے نکالنے شروع کئے (ترجمہ ختم)

اور شعب الایمان کی ایک روایت میں ''سوس'' کے بجائے ''دود'' کے الفاظ ہیں۔

اور ''سوس'' اور ''دود'' کیڑوں کو کہا جاتا ہے۔

(المغرب، باب السین مع الواو،لسان العرب، مادة ''سوس'')

اس سے معلوم ہوا کہ کیڑے مکوڑے کھانا جائز نہیں، کیونکہ وہ حشرات میں سے ہیں۔

اور یہ حکم ان کیڑوں مکوڑوں کا ہے، جن میں جان پڑ گئی ہو۔

(فتاوی قاضی خان، کتاب الصید و الذبائح،رد المحتار، کتاب الذبائح ،البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب،الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ یُفَتَّشَ التَّمَرُ عَمَّا فِیْهِ(المعجم الکبیر للطبرانی،حدیث نمبر ۱۳۷۸۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے اندر کی چیزوں کے بارے میں ٹوہ کرنے سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

محدثین نے فرمایا کہ یہ اس صورت میں ہے، جبکہ تازہ کھجوریں ہوں، یا کھجوروں میں کیڑوں کا یقین نہ ہو،تو ایسی صورت میں خواہ مخواہ وسوسہ نہیں کرنا چاہئے۔ [۱]

---

[۱] فالنهی محمول علی التمر الجدید دفعا للوسوسة، أو فعله محمول علی بیان الجواز، وأن النهی للتنزیه .قیل :وفیه أن الطعام لا ینجس بوقوع الدود فیه ولا یحرم أکله(مرقاة ج۷ص ۲۷۲۳، کتاب الاطعمة)

اخبارِ ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

# ادارہ کے شب وروز

□......۲۳/۳۰/ جمادی الاخریٰ و۷/۱۴/ رجب بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں حسبِ معمول وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔

□......۲۵/ جمادی الاخریٰ ،و۲/۹/۱۶/ رجب، اتوار بعد عصر ہفتہ وار مجلسِ ملفوظات حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی۔

□......۳۰/ جمادی الاخریٰ مولانا عبدالسلام صاحب اور بندہ امجد کا بعد نمازِ جمعہ واہ کینٹ، قاری حبیب اللہ صاحب (معلم شعبہ حفظ ادارہ ھٰذا) کے ہاں بسلسلہ عیادت جانا ہوا، قاری صاحب کی اہلیہ صاحبہ شدید بیمار ہوئیں، ہسپتال میں کئی روز داخل رہیں، بنابریں قاری صاحب ادارہ سے رخصت پر رہے، گھر والوں کے علاج معالجہ، تیمارداری میں مصروف رہے۔

□......یکم/ رجب جمعہ کا دن گزرنے کے بعد شبِ ہفتہ بعد نماز مغرب مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) محمد راشد مغل صاحب کی دعوت پر طہماسپ آباد میں ایک مقام پر بیان کے لئے مدعو تھے، بیان اور مسائل کی یہ نشست تقریباً تین گھنٹہ کے دورانئے پر مشتمل تھی۔

□......۲/ رجب اتوار، بڑے حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم کے صاحبزادے جناب فرخ قیصر صاحب طویل علالت کے بعد بمرض کینسر، کراچی میں انتقال فرماگئے، حضرت جی دورانِ علالت ہی کراچی تشریف لے گئے تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، حضرت جی اور اہلِ خانہ کو بڑھاپے میں بیٹے کی وفات کا صدمہ جھیلنا آسان فرمائے، صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

□......۴/ رجب منگل، مولانا عبدالسلام صاحب و بندہ امجد بعد عصر مدرسہ حنفیہ اشرفیہ (فیکٹری کواٹرز، مغل آباد) گئے، جناب شکیل یورش صاحب (منتظم مسجد ومدرسہ مذکورہ) کے انتقال پُر ملال پر مولانا عبدالکریم صاحب دامت برکاتہم سے تعزیت کی، ۲/ رجب بروز اتوار بعد مغرب آپ کی وفات ہوئی، رات بارہ بجے تدفین ہوئی۔

□......۱۳/ رجب بروز جمعرات مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) صادق آباد، اپنے ایک عزیز کے یہاں بمع اہلِ خانہ عشائیہ پر مدعو تھے، مولانا محمد ناصر صاحب بھی ہمراہ تھے۔

□......جمادی الاخریٰ کے نصف آخر میں مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) کی طبیعت کافی ناساز رہی، اب بحمد اللہ تعالیٰ طبیعت درست ہے۔

## اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

### دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ 21 مئی/ 2011ء بمطابق ۱۷/ جمادی الثانی 1432ھ: پاکستان: پشاور: امریکی سفارتی قافلے میں دھماکہ، 13 زخمی، راہ گیر ہلاک، میرانشاہ میں ڈرون حملہ 6 جاں بحق ✍ 22 مئی/: پاکستان: پنجاب میں طوفان بادوباراں نے تباہی مچادی، 20 افراد جاں بحق، 80 سے زائد زخمی ◆ نیٹو رسد کے ٹینکر میں آتشزدگی کے بعد دھماکا، تیل بھروانے والے 16 افراد ہلاک ✍ 23 مئی/: پاکستان: کراچی پی این ایس مہران بیس پر حملہ، 5 اہلکار شہید طیارہ تباہ، متعدد حملہ آور مارے گئے ✍ 24 مئی/: پاکستان: نیول بیس 18 گھنٹے میں کلیئر، 10 اہلکار شہید، 2 اورین طیارے تباہ ہونے کی تصدیق ✍ 25 مئی/: آئس لینڈ: آتش فشاں سے راکھ نکلنے سے 500 پروازیں منسوخ ✍ 26 مئی/: پاکستان: پشاور میں سی آئی ڈی تھانے پر خودکش حملہ، 9 اہلکار جاں بحق، 41 افراد زخمی ✍ 27 مئی/: پاکستان: ہنگو میں خودکش کار بم دھماکا، 27 افراد جاں بحق 56 زخمی ◆ افغانستان: طالبان کے حملے میں ہیلی کوپٹر تباہ، بم دھماکے، 14 غیر ملکی متعدد افغان اہلکار ہلاک ✍ 28 مئی/: پاکستان: مظفرآباد مسافر بس دریائے نیلم میں جاگری، 25 افراد جاں بحق، 25 لاپتا ✍ 29 مئی/: پاکستان: ایساف اور افغان کمانڈروں کے اجلاس پر خودکش حملہ، شمالی افغانستان کیلئے نیٹو چیف شدید زخمی، 7 غیر ملکی ہلاک ◆ پاکستان: باجوڑ، سوات: حکومتی حامی قبائلی عمائدین پر حملے 11 جاں بحق ✍ 30 مئی/: افغانستان: نورستان اور ہلمند میں نیٹو کی وحشیانہ بمباری، 24 بچوں سمیت 32 جاں بحق ✍ 31 مئی/: افغانستان: طالبان کا اطالوی فوج کے اڈے پر حملہ، 18 اہلکار ہلاک وزخمی، بم دھماکوں اور فائرنگ سے 6 غیر ملکی مارے گئے ✍ یکم جون/: پاکستان: پیٹرول 1.70، ڈیزل 3.20، مٹی کا تیل 5.05 روپے لیٹر، اور ایل پی جی 11 روپے فی کلوسستی ✍ 2 جون/: پاکستان: کوٹ سلطان کے قریب ہیلی کوپٹر گر کر تباہ، ڈی جی پنجاب رینجرز کی ہلاکت کا خدشہ ✍ 3 جون/: پاکستان: دہشتگردی کے خلاف جنگ، ملکی معیشت کو 50 کھرب اور 37 ارب کا نقصان، اقتصادی سروے رپورٹ جاری ✍ 4 جون/: پاکستان: بجٹ 12-2011 تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ، دوائیں، مشروبات، اسلحہ سستا، چینی آلات جراحی مہنگے ✍ 5 جون/: شام: شامی فورسز نے 67 مظاہرین ماردیے، وحشیانہ لاٹھی چارج سے متعدد زخمی ✍ 6 جون/ پاکستان: نوشہرہ، پشاور، آرمی بیکری اور سوزوکی پک اپ میں بم دھماکے، 26 افراد جاں بحق اور 46 زخمی ✍ 7 جون/: پاکستان: جنوبی وزیرستان، امریکا کے تین حملے، 20 افراد جاں بحق ◆ ایک سال کے دوران ڈیڑھ ارب روپے کی گیس چوری کی گئی، پیٹرولیم کے شعبے کا سرکلر ڈیٹ 421 ارب تک پہنچ گیا، وزیر پیٹرولیم ✍

Idara Ghufran

8 جون/: پاکستان: پنجاب میں پیٹرول کی قلت ،10 آئل مارکیٹنگ کمپنیوں کو شوکاز نوٹس ☜ 9 جون/: پاکستان: پاکستانی سیاسی وعسکری قیادت کا احتجاج یکسر نظر انداز، امریکی ڈرون حملوں میں تیزی، شمالی وزیرستان میں 26 افراد جاں بحق ☜ 10 جون/: پاکستان: رینجرز کے ہاتھوں نوجوان کا قتل، ارکان پارلیمنٹ کا شدید غم و غصہ، ذمہ داروں کو کٹہرے میں لانے کا مطالبہ ☜ 11 جون/: پاکستان: پنجاب کا 654 ارب کا ٹیکس فری بجٹ پیش، بیروزگاروں کیلئے ییلو کیب اور بلاسود قرضے، تنخواہوں اور پنشن میں اضافہ، اشیائے خوردونوش پر 17 ارب کی سبسڈی ☜ پاکستان: سندھ اسمبلی :458 ارب کا ٹیکس فری بجٹ پیش، تعلیم وصحت کے لئے نمایاں رقم مختص، تنخواہوں میں 15 سے 20 فیصد اضافہ ☜ 12 جون/: پاکستان: پشاور کی خیبر سپر مارکیٹ میں 2 دھماکے ،34 افراد جاں بحق ،80 زخمی، ہلاکتوں میں اضافے کا خدشہ ☜ 13 جون/: پاکستان: اسلام آباد میں، سیکورٹی گارڈ نے بینک میں خودکش حملے کی کوشش ناکام بنادی، حملہ آور کو دبوچنے کے دوران دھماکے میں جاں بحق ☜ کراچی میں قتل وغارت کا بازار پھر گرم، سیاسی کارکنوں سمیت 13 جاں بحق ☜ 14 جون/: پاکستان: کراچی میں صورتحال بدستور کشیدہ، مزید 8 افراد قتل، وزیراعظم نے قتل عام کی رپورٹ طلب کرلی، ایم کیوایم کا سینیٹ قومی وسندھ اسمبلی سے واک آؤٹ ☜ 15 جون/: پاکستان: پشاور دھماکے، ہلاکتیں 29 ہوگئیں، 118 افراد زخمی، دھماکے میں فاسفورس کے استعمال کا انکشاف ☜ 16 جون/: پاکستان: وزیرستان میں امریکی حملے ،18 افراد جاں بحق ☜ 17 جون/: پاکستان: افغانستان سے باجوڑ میں بھی حملہ ،3 خواتین سمیت 5 جاں بحق، متعدد لاپتا ☜ 18 جون/: پاکستان: باجوڑ افغانستان سے آنے والے حملہ آوروں کے خلاف کارروائی 12 مارے گئے ☜ 19 جون/: پاکستان: وزارت دفاع کابینہ ڈویژن اور موصلاتی پر کٹوتی کی تحاریک مسترد، قومی اسمبلی میں 652 ا روپے کے 31 مطالبات زر منظور ☜ 20 جون/: پاکستان: مہمند ایجنسی ،افغان دراندازوں کا پھر حملہ ،4 اہلکار جاں بحق، جوابی کارروائی میں 25 مارے گئے۔

---

(بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

## شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام

''شوال المکرّم'' کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات

صدقۂ فطر، چاندرات، عید کی نماز، عید کی رسمیں

شش عید کے روزوں وغیرہ کے متعلق فضائل ومسائل، بدعات ومنکرات، ماہِ شوال سے متعلق تاریخی واقعات

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان